ماہنامہ

اِنذار

جون 2018ء

مدیر

ابویحییٰ

اس قوم کی اصلاح کیسے ہو

جس کے ہر فرد کے لیے اصلاح کا مطلب

دوسروں کی اصلاح ہو

www.inzaar.org

ماہنامہ

اِنذار

جون 2018ء رمضان/شوال 1439ھ

جلد 6 شمارہ 6

ابویحییٰ کے قلم سے

مدیر:
ابویحییٰ ریحان احمد یوسفی

سرکولیشن مینیجر:
غازی عالمگیر

معاون مدیر:
عابد علی، بنت فاطمہ، سحر شاہ

معاونین:
محمد شفیق، محمود مرزا

فی شمارہ ـــ 25 روپے
سالانہ: کراچی (بذریعہ کوریئر) 500 روپے
بیرون کراچی (نارمل پوسٹ) 400 روپے
(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ)
بیرون ملک 2500 روپے
(زرتعاون بذریعہ پوسٹل پیپر آرڈر یا ڈرافٹ)
نارتھ امریکہ: فی شمارہ 2 ڈالر
سالانہ 24 ڈالر

P.O Box-7285, Karachi.
فون: 0332-3051201, 0345-8206011
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.org

حاملین عرش کی دعا

تفسیر وحدیث کی کتابوں میں ایک قول اس طرح بیان ہوا ہے کہ حاملین عرش جب بنی آدم کے گناہ دیکھتے ہیں تو ان میں سے چار اللہ کی تسبیح وحمد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تیرے حلم پر تیری تعریف ہے جو تیرے علم کے باوجود ہے۔ اور چار اللہ کی تسبیح وحمد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تیرے عفوودرگزر پر تیری تعریف ہے جو تیری تمام تر قدرت کے باوجود ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك على حلمك بعد علمك سبحانك اللهم وبحمدك على عفوك بعد قدرتك

ہماری دنیا خدا کی دنیا ہے۔ خدا اپنے سارے علم کے ساتھ کائنات میں ہونے والے ایک ایک واقعے سے براہ راست باخبر ہے۔ وہ بیک وقت سب جگہ ہے۔ سب دیکھتا ہے۔ سب سنتا ہے۔ ہر نافرمانی، ہر معصیت، ہر جرم، ہر بدی جب کی جاتی ہے تو اس کا کرنے والا خدا کو معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسری حقیقت یہ ہے کہ خدا کی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ وہ جس لمحے چاہے اور جس مجرم کا چاہے سر کچل کر رکھ دے۔ اس کا پردہ فاش کردے۔ اس کو بدترین سزا دے۔

مگر خدا اپنے اس انتہائی غیر معمولی علم کے باوجود حلم سے کام لیتا ہے۔ وہ اپنی اس بے پناہ قدرت کے باوجود درگزر سے کام لیتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس حلم اور اس درگزر پر خدا کی بے پناہ حمد ہونی چاہیے۔ مگر دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ اس حلم اور درگزر کا ایک دن مقرر ہے۔ فرد کے لیے وہ دن موت کا دن ہے اور انسانیت کے لیے قیامت کا دن۔ اس کے بعد ایک لمحہ بھی نہیں لگے گا اور ہر مجرم کو اپنے ایک ایک جرم کا حساب دینا ہوگا اور بدترین سزا بھگتنی ہوگی۔

فرد اور انسانیت کی یہ مہلت کسی لمحے بھی ختم ہوسکتی ہے۔ ایسے میں عقلمندی کا راستہ ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ جس لمحے گناہ ہو فوراً اپنے رب سے معافی مانگ لی جائے۔ خدا بہت معاف کرنے والا ہے۔ جس شخص نے اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ اپنے لیے بدبختی کا سامان کر رہا ہے۔ کیونکہ جس روز مہلت ختم ہوگئی، سوائے جہنم کے مجرم کا کوئی اور ٹھکانا نہیں ہوگا۔

قرآن کی رہنمائی

قرآن مجید اپنی ذات میں ایک بے مثل رہنما ہے۔ یہ صرف بول کر رہنمائی نہیں کرتا، بہت سے امور میں نہ بول کر بھی رہنمائی کر دیتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا آغاز ہوا تو مخالفت، دشمنی، جھوٹ، الزام، بہتان، نفرت انگیز پروپیگنڈا، تشدد اور ہر طرح کے ظلم و ستم کا آغاز ہو گیا۔ دعوت مدینہ پہنچی تو پے در پے جنگیں مسلط کر دی گئیں ۔ دوسری طرف یہود اور منافقین تھے جنھوں نے اندرونی سازشوں، مکر و فریب اور اخلاق سے گری ہوئی حرکتوں کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ ان کی بہت کچھ تفصیل کتب سیرت اور تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مگر حیرت انگیز طور پر قرآن مجید نے ان چیزوں پر زیادہ گفتگو نہیں کی۔ جو کچھ ذکر ہے وہ زیادہ تر ان کفار و منافقین پر اتمام حجت کے لیے ہے۔ جس طرح آج کے مسلمانوں میں ہر طرف سازشوں کا ذکر ہے، قرآن مجید نے کسی سازش کو اپنا موضوع نہیں بنایا۔ اس کے برعکس اس نے مسلمانوں کو صبر اور تقوی کی تلقین کی۔ عفو و درگزر اور اعراض سے کام لینے کا سبق دیا۔ خدا سے زندہ تعلق، اس کی عبادت اور اطاعت میں سرگرم رہنے کی تلقین کی اور شیاطین کے مکر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس تلقین کا سبب بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہر وقت سازشوں اور مخالفتوں کا ذکر ان کو کم نہیں کرتا بلکہ انسان کو منفی سوچ کا حامل بنا دیتا ہے۔ منفی سوچ کا انسان آخر کار شیطان کا ایجنٹ بن جاتا ہے۔ وہ معاشرے میں ظلم، نفرت اور برائی ہی کو فروغ دیتا ہے۔ چاہے وہ مذہب اور حق کا نام لے۔ اس کے برعکس صبر، تقویٰ، درگزر، خدا کی یاد اور خدا کی پناہ کو اپنی زندگی بنانے والے لوگ مثبت سوچ کے حامل بن جاتے ہیں۔ مثبت سوچ کا انسان ہمیشہ خیر پھیلاتا ہے۔ بھلائی کو فروغ دیتا ہے اور دوسروں کے لیے نفع بخش بن جاتا ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی ایسے ہی لوگوں کا مقدر ہے۔

قانونی اور روحانی ماڈل

دنیا میں خدا کا قرب حاصل کرنے کے دو ماڈل ہمیشہ زیادہ ممتاز رہے ہیں۔ ایک زندگی کے ہر معاملے میں قانون سازی کر کے اپنی زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق ڈھالنا۔ دوسرا ماڈل دنیا ہی کو چھوڑ کر رہبانیت کو اختیار کر لینا۔ پہلے ماڈل کا نمونہ یہودیت ہے اور دوسرے ماڈل کا نمونہ مسیحیت ہے۔ پہلے ماڈل کو دین کا قانونی ماڈل اور دوسرے کو روحانی ماڈل کہا جا سکتا ہے۔

پہلے ماڈل میں شریعت کے اصل مطالبات قانونی مطالبات میں اس طرح دب جاتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ خدا نے کیا کہا ہے اور انسانوں نے کیا قانون سازی کی ہے۔ قرآن مجید نے اسی بے جا قانون سازی کو اصرار و اغلال قرار دے کر دنیا کو ان سے رہائی عطا کی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید جیسی ضخیم کتاب میں قانونی احکام کی تعداد بہت کم ہے۔

دوسرے ماڈل میں ترک دنیا پارسائی کا معیار قرار پاتا ہے۔ چلے کاٹنا، وظائف پڑھنا، کشف و کرامات، خواب اور بشارتیں دین کا اصل نقطۂ کمال بن جاتی ہیں۔ گھر چھوڑ دینا، نفس پر بے جا مشقت ڈالنا، زینتوں اور خوبصورتی کو ترک کر دینا دینی مطالبات بن جاتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس پورے تصور کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ قرآن مجید کی روحانیت صرف اور صرف اللہ سے زندہ تعلق کا نام ہے۔ یہ غیب میں پوشیدہ خدا کو ہمہ وقت علیم و خبیر سمجھ کر زندگی گزارنا ہے۔ یہ دل کے حال اور زندگی کے ہر احوال سے واقف خدا کی نگرانی میں جینا ہے۔ یہ خدا سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے، اپنی اطاعت کو اس کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کرنے کا نام ہے۔ یہ بے روح وظیفوں کے بجائے دل کی تڑپ کے ساتھ خدا کو پکارنے کا نام ہے۔ اس روحانیت میں بیوی، بچے، گھر، مال، کاروبار اور زندگی کی ہر خوبصورتی کے ساتھ انسان روحانی انسان بن سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اپنے نفس کو کسی اخلاقی آلودگی سے ناپاک نہ کرے۔

آج بدقسمتی سے مسلمانوں نے قرآن مجید کے ماڈل کو چھوڑ کر یہودیت کے قانونی اور مسیحیت کے روحانی ماڈل کی پیروی شروع کر دی ہے۔ مگر اصل نجات صرف قرآن کے ماڈل میں ہے۔

زندہ نماز

عام طور پر لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ نمازوں میں یکسوئی اور توجہ نہیں پیدا ہو پاتی۔ عین نماز کے وقت ساری دنیا کے خیالات آنے لگتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نمازیں بے روح مشق بن کر رہ جاتی ہیں اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہو پاتا۔

یہ شکایت بالکل درست ہے۔ مگر اس کو دور کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ نماز میں بے توجہی کچھ وجوہات کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔ ان وجوہات کو دور کرلیا جائے تو مکمل طور پر نہ سہی لیکن مجموعی طور پر نمازوں میں کافی بہتری لائی جاسکتی ہے۔

نماز میں توجہ کے ضمن میں بنیادی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ توجہ کا تعلق شعور سے ہے۔ مثلاً آپ اگر ٹی وی پر خبریں دیکھ رہے ہیں تو آپ کا ذہن نیوز اینکر کی بات سننے اور سمجھنے میں مصروف رہے گا۔ بات کو سننے اور سمجھنے کا یہ عمل آپ کے شعور کو مسلسل ٹی وی کی طرف متوجہ رکھتا ہے۔

اب فرض کیجیے کہ یہ خبریں انگریزی میں آرہی ہوں اور آپ کو انگریزی نہیں آتی تو سوچیے کیا ہوگا؟ آپ کتنی ہی شعوری کوشش کرلیں، آپ خبروں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتے۔ اس لیے کہ جب آپ کا شعور خبریں نہیں سمجھ سکے گا تو وہ کچھ ہی دیر میں کسی اور سمت متوجہ ہوجائے گا۔

چنانچہ یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو ہمارا شعور اس کی طرف متوجہ نہیں رہتا۔ نماز میں بے توجہی کی پہلی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نماز کے دوران میں جو کچھ اذکار پڑھتے ہیں وہ ہمارے لیے کچھ رٹے رٹائے الفاظ ہوتے ہیں۔ ہمیں ان الفاظ اور اذکار کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ جب مطلب ہی نہیں معلوم تو ہمارا شعور دوسری سمت متوجہ ہونے لگتا ہے۔ ہم لاکھ کوشش کریں، بار بار اس کو نماز کی طرف لائیں؛ ذہن کچھ دیر میں پھر کسی اور سمت نکل جائے گا۔ یہ ذہن کا فطری کام ہے۔ ہم کسی مصنوعی کوشش سے اس کو نہیں روک سکتے۔ چنانچہ

نماز میں توجہ کے لیے پہلی ضروری چیز یہ ہے کہ نماز ترجمے کے ساتھ یاد کی جائے۔ نماز کے متعین اذکار بہت کم ہیں۔ کوشش کی جائے تو تھوڑے دنوں میں سب کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ یاد کیا جاسکتا ہے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اس کے بعد ایک دوسرا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ بہت سے لوگ جن کو نماز ترجمے سے یاد ہوتی ہے، ان کی توجہ بھی نماز میں باقی نہیں رہتی۔ یہ شکایت بھی درست ہے۔ مگر ایک دفعہ پھر اس کی وجہ ذہن کے کام کرنے کا طریقہ ہے۔ اس طریقے کو ایک دوسری مثال سے سمجھیے۔

جو لوگ نئی نئی گاڑی چلانا سیکھتے ہیں وہ دوران ڈرائیونگ ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو گاڑی چلانے کی عادت ہو جائے وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے سے لے کر بریک اور گیئر لگانے تک ہر کام لاشعوری طور پر خود بخود کرتے ہیں۔ ذہن کی یہ خصوصیت ہے کہ جن کاموں کی عادت ہو جائے وہ یہ کام خود نہیں کرتا بلکہ ہمارے اعصابی نظام کے اس حصے کے حوالے کر دیتا ہے جسے ریفلیکسز (Reflexes) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے پائلٹ جہاز کو اڑانے کے بعد اسے آٹو موڈ کے حوالے کر دیتے ہیں۔

چنانچہ انسانی ذہن معمول کے طور پر کیے جانے والے کاموں کو اعصاب کے آٹو موڈ کے حوالے کر کے خود فارغ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عام تجربہ ہے کہ ہم ڈرائیونگ کے دوران ہر چیز آٹو میٹک طریقے پر بلا سوچے کرتے ہیں اور اس دوران میں ہمارا ذہن دوسری چیزیں سوچتا رہتا ہے۔

ٹھیک یہی نماز میں بھی ہوتا ہے۔ نماز متعین اعمال جیسے تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجود، قعدہ اور سلام جیسے اعمال پر مشتمل ہے۔ ہم ان اعمال کو معمولاً ادا کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی ہم تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، ہمارا ذہن سارے معاملات ریفلیکسز کے حوالے کر کے آٹو موڈ آن کر دیتا ہے اور خود دوسری چیزیں سوچنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ہم

لاکھ نماز میں توجہ قائم کرنے کی کوشش کرلیں، ذہن اپنی ساخت کے تحت تھوڑی دیر میں پھر معاملات آٹو موڈ کے حوالے کرکے دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

نماز چونکہ اجتماعی عبادت ہے اس لیے اس کا طریقہ ایک رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ نماز کے اعمال متعین ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اس مسئلے کو سمجھتے ہوئے ہمیں یہ آزادی دی ہے کہ کچھ مختصر اور متعین اذکار کے سوا خدا کی حمد، ثنا، تسبیح، تمجید، تعریف، تقدیس، دعا، درود وسلام کے ضمن میں جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ نماز کے متعین اذکار بہت مختصر ہیں جیسے سورہ فاتحہ، اللہ اکبر، سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام وغیرہ۔ اس کے علاوہ نماز میں کوئی چیز متعین نہیں ہے۔ چنانچہ قرأت کرتے ہوئے یہ آزادی ہے کہ جہاں سے چاہیں اور جتنا چاہیں قرآن پڑھیں۔ اس کے لیے ہمیں یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کریں تاکہ مختلف نمازوں اور رکعتوں میں قرآن کا الگ الگ حصہ پڑھا جا سکے۔

اسی طرح رکوع، سجود، قعدہ وغیرہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقعوں پر مختلف اذکار پڑھا کرتے تھے۔ ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں ہمیں ان اہل علم کی رائے سے اتفاق ہے جو ان ذاتی اذکار و دعا میں عربی کی شرط نہیں لگاتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مادری زبان عربی ہی میں اللہ کے حضور ذکر و مناجات فرماتے تھے۔ یہی اسوہ حسنہ ہمارے لیے ہے۔ آپ عربی کے مسنون اذکار کے علاوہ اپنی زبان میں جس طرح چاہیں خدا کو یاد کریں اور اس کے حضور اپنے معاملات پیش کریں۔

اس ذاتی ذکر اور دعا سے آپ کی نماز خدا سے ایک زندہ مکالمہ بن جائے گی۔ یہ زندہ نماز ایسی نعمت ہے جس کا کوئی تصور رٹے رٹائے الفاظ پڑھنے والا شخص نہیں کرسکتا۔ اسی سے نماز میں توجہ، خشوع، محبت اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی آج ہر نمازی کو ضرورت ہے۔

دینی کام میں درست رویہ

دور حاضر میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں جس شخصیت کے علمی اور فکری کام کے سب سے زیادہ اثرات ہیں وہ مولانا مودودی کی ہستی ہے۔ان کے بیشتر ناقدین اور مخالفین میں فکری طور پر دین کے بہت سے امور میں انھی افکار کے پیرو ہیں جو مولانا مودودی نے پچھلی صدی میں پیش کیے تھے۔

مولانا مودودی نے اپنے فکری کام کا آغاز اپنے رسالے ترجمان القرآن سے کیا تھا۔ یہ رسالہ ابتدا میں حیدر آباد دکن سے مولانا ابوصالح اصلاحی نے جاری کیا،مگر چھ ماہ بعد ان کے لیے اس کا چلانا ممکن نہیں رہا۔ جس کے بعد اپریل 1933ء میں اس کا انتظام وادارت مولانا مودودی نے سنبھال لی۔ اپنے زیر ادارت اس پہلے شمارے میں انھوں نے ''فاتحہ'' کے عنوان سے ایک بڑی خوبصورت تحریر لکھی۔اس میں انھوں نے ایک جگہ لکھا:

پس سلامتی کی راہ تو درحقیقت اس میں تھی کہ جو شخص رسوخ علم اور طہارت قلب کا مالک نہیں ہے وہ ترجمان القرآن کی تحریر وترتیب کا کام ہاتھ میں نہ لیتا۔مگر کام کی دشواری اور اپنی کمزوری کو جاننے کے باجود محض خدمت کے جذبے نے مجھ کو اس دعوت کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو مجھے اس کام کی جانب دی گئی تھی اور اس بھروسا نے میری ہمت بڑھائی کہ جس خدا نے میرے دل میں یہ جذبہ پیدا کیا ہے وہی رسوخ علم ،صحت فکر، سلامت قلب اور طہارت نفس وروح بھی ارزانی فرمائے گا۔''

اسی مضمون میں آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

''میں اس کا مدعی بھی نہیں ہوں کہ مجھ سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ممکن ہے کہ کسی مسئلے کے سمجھنے یا بیان کرنے پر میں خود غلطی پر ہوں۔ ایسے مواقع پر میں امید کرتا ہوں کہ میری کسی غلطی کو قصد

وارادہ پر محمول نہ کیا جائے گا بلکہ ناواقفیت اور قلت فہم کا نتیجہ سمجھا جائے گا، اور اہل علم حضرات اس میں اصلاح کی کوشش فرمائیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی شخص مجھے اپنی غلطی پر اصرار کرنے والا ہٹ دھرم نہیں پائے گا۔‘‘

کسی مفکر یا علامہ کے افکار سے اتفاق یا اختلاف سے قطع نظر یہی وہ مقام ہے جس پر دین کی خدمت کے لیے اٹھنے والے ہر شخص کو قلبی اور ذہنی سطح پر کھڑا ہونا چاہیے۔ یعنی قلب کے اندر اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا احساس پوری طرح جاگزیں ہو اور ذہنی طور پر اپنی بات کی غلطی کو تسلیم کرنے کا جذبہ بیدار ہو۔

عام طور پر ہر فکر و مسلک کے بڑے لوگوں میں یہ احساس اور جذبہ موجود ہوتا ہے۔ مگر عام لوگ جو ان کی پیروی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، ایک طرف ان کو ایک سپر ہیومن بنا کر پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف عملی طور پر ان کی ہر غلطی کا امکان رد کر دیتے ہیں۔

اسی نقطہ نظر کا نتیجہ فرقہ واریت، گروپ بندی، انتہا پسندی کا وہ رویہ ہے جس کا مشاہدہ اب ہم شب و روز اپنے معاشرے میں کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں لوگ جس فرقہ یا عالم سے وابستہ ہو جائیں اس کو آخری حق خیال کرتے ہیں۔ وہ اس پر ہونے والی سنجیدہ تنقیدوں کو بھی سننے اور پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

لیکن ایک بندہ مومن سے مطلوب رویہ وہی ہے جو مولانا مودودی کے حوالے سے اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی دین کے لیے کام کرنے والا ہر شخص اپنی کمزوریوں کو نظر میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے رسوخ علم اور طہارت قلب کی دعا کرتا رہے۔ جب بھی کوئی تنقید کی جائے، جواب دینے کی نفسیات سے نکل کر اپنے احتساب کے جذبے سے اس کا مطالعہ کرے۔ اس کے بعد غلطی کر کے بھی انسان خدا کے ہاں سرخرو ہوگا۔ اور اس کے برعکس رویے کا انجام خدا کی پکڑ کے سوا کچھ نہیں۔

شوق اور انجام

ایک صاحب علم کا ایک مضمون کسی جگہ شائع ہوا۔ایک ناقد نے سیاق وسباق سے کاٹ کر اس مضمون کا ایک جملہ پکڑا اور سنگین الزام و بہتان پر مشتمل ایک مضمون ان کے خلاف شائع کر دیا۔ان صاحب نے ایک جوابی مضمون میں آخرت کے پہلو سے ناقد کو متوجہ کرنے کی کوشش کی۔جس کے بعد ناقد کے کئی اور حامیوں نے ان صاحب کے خلاف مضامین لکھ کر ایک مذموم مہم شروع کردی۔ان میں سے ہر مضمون علمی بد دیانتی اور اندھے تعصب کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا۔

لوگوں نے ان صاحب سے کہا کہ آپ جواب دیجیے۔انھوں نے کہا: ''میں نے انھیں ایک دفعہ آخرت کی گرفت پر متوجہ کر دیا ہے۔جو لوگ اس سے بھی متوجہ نہیں ہوتے اب ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے۔اب فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔میں نے معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا۔''

زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بہت مشہور اور معروف بزرگ نے وہی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دی جس کی بنیاد پر پہلے صاحب علم کے خلاف مہم چلائی گئی تھی۔مگر اس دفعہ سب خاموش رہے۔کسی کے دل میں حق پرستی کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔کسی نے ان بزرگ کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی۔ان پر الزام و بہتان کی بارش نہیں کی۔بظاہر بات ختم ہوگئی۔مگر دراصل یہ بات یہاں ختم نہیں ہوئی۔بات یہاں سے شروع ہوئی ہے۔اس لیے کہ کہنے والے بھول جاتے ہیں۔لکھنے والے کو یاد نہیں رہتا۔مگر خدا کے فرشتے ہر چیز لکھ لیتے ہیں۔فرشتے ایسی ہر روداد کو قیامت کے دن مالک کائنات کے حضور پیش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر جھوٹ، الزام، بہتان، بدگمانی ایک جرم کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ روز قیامت اس طرح کے معاندین جب پکڑے جائیں گے تو اپنی ہر اخلاقی خرابی اور علمی بد دیانتی کی آخری توجیہ روز قیامت یہ کہہ کر کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم نے جو کیا غیرت حق

میں کیا۔مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ایسے لوگ بظاہر حق کا نام لیتے ہیں، لیکن در اصل اپنے عناد اور تکبر کا اظہار کرتے ہیں۔اسی عناد اور تکبر کو بے نقاب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ ایسے واقعات کو جنم دیتی ہے جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے۔

چنانچہ یہ مقدمہ جب روز قیامت پیش ہوگا تو لوگوں کو پہلے مرحلے میں بتایا جائے گا کہ تم نے علمی اور اخلاقی طور پر کیا ڈنڈی ماری تھی۔ یہ لوگ پکڑ کے خوف اور غضب الٰہی سے بچنے کے لیے غیرت حق کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کریں گے۔ وہ کہیں گے ہم سے غلطی تو ہوئی تھی مگر جو کیا وہ آپ کے دین کی غیرت میں آ کر کیا۔ایسے میں یہ واقعہ پیش کر کے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ پہلی دفعہ اگر حق کے لیے اٹھے تھے تو دوسری دفعہ کیوں خاموش ہو گئے تھے؟

ظاہر ہے کہ اس سوال کا کوئی جواب کسی کے پاس نہیں ہوگا۔اس لیے کہ پہلی دفعہ اگر اٹھے تھے تو غیرت حق میں نہیں اٹھے تھے، بلکہ تعصب کی نفسیات میں مبتلا ہونے کی بنا پر اٹھے تھے۔ جبکہ دوسری دفعہ جس بزرگ نے وہی بات زیادہ وضاحت سے کہی تھی، ان کے خلاف تعصّبات نہیں تھے، اس لیے انھیں بدنام کرنے کی کوئی مہم نہیں چلائی گئی۔ الزام و بہتان کے مرچ مصالحے سے مزین کوئی تحریر وجود میں نہیں آئی۔لوگ خاموشی سے اس کی بات کو پی گئے۔

مذہب کے نام پر کھڑے ایسے لوگ نہیں جانتے کہ کسی صاحب علم کو اس طرح بدنام کرنے کی کوشش کر کے وہ خود کو کتنے بڑے خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ جہنم کی آگ کس طرح انسانی کھال کو چٹ کر جاتی ہے۔مگر افسوس کہ اس روز اُس بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر ہونے والے بہت سارے لوگ وہ ہوں گے جنھیں دوسروں کو جہنم میں پہنچانے کا بہت شوق تھا۔جنھیں خدا کی طرف بلانے والوں کو گمراہ ثابت کرنے کا بہت شوق تھا۔کیسا عجیب ہے یہ شوق اور کتنا عبرتناک ہوگا یہ انجام۔

سوال و جواب

ابو یحییٰ

[رمضان کے حوالے سے یہ سوالات پچھلے برس خواتین کے ایک آن لائن تعلیمی گروپ میں ابو یحییٰ صاحب سے پوچھے گئے تھے جسے آڈیو ریکارڈنگ سے صفحہ قرطاس پر محترمہ کومل ناز، محترمہ کنول بلال اور محترمہ بنت فاطمہ کے تعاون سے منتقل کر کے قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ادارہ]

رمضان کیسے گزاریں

سوال: ہم رمضان کیسے گزاریں؟ ہادیہ

جواب: رمضان گزارنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ روٹین میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ ادا کریں۔مگر ساتھ میں کچھ چیزوں کا اضافہ کر لیں۔

ایک تلاوت قرآن مع ترجمہ۔ترجمہ پڑھنے یا سمجھنے میں مشکل ہو تو قرآن پڑھ کر میں نے جو ترجمہ و خلاصہ کیا ہے وہ سن لیں۔اس سے قرآن کا اصل میسج انشاءاللہ واضح رہے گا۔یہ آپ میری ویب سائٹ inzaar.org سے ڈاؤن لوڈ کر سکتی ہیں۔

دوسرا کچھ اضافی نوافل پڑھیے۔خاص کر تہجد کا اگر ہو سکے تو ضرور اہتمام کیجیے۔

میری کتاب ''رحمتوں کے سائے میں'' کا مطالعہ فلسفہ رمضان جاننے کے لیے مددگار ہو گا۔ یہ میری سائٹ inzaar.org سے ڈاؤن لوڈ کی جا سکتی ہے۔کتاب کی شکل میں چاہیے تو ادارے کے دفتر فون کر کے منگوا لیں۔ اس میں روزے کی اسپرٹ کا بیان بھی ہے اور اپنے احتساب کا ایک بہت اچھا طریقہ بھی ہے۔روزے کی اسپرٹ اگر حاصل ہے اور انسان اپنا احتساب کر رہا ہے تو یہی رمضان کا حاصل ہے۔

ساتھ میں چلتے پھرتے اللہ کا ذکر، شکر اور تفکر ضرور کرتی رہیں۔ توبہ استغفار، جنت کی دعا اور جہنم سے پناہ بھی مانگتی رہیں۔ یہ سب مسنون طریقے ہیں اور رمضان میں کرنے کے خصوصی کام ہیں۔

گھر کے کام اور اعتکاف

سوال: مصروفیات کی موجودگی میں خواتین کے اعتکاف کرنے سے متعلق رہنمائی کر دیجیے۔

جواب: السلام علیکم۔ جو خواتین گھر کا کام کرتی ہیں وہ اعتکاف سے بڑی عبادت سرانجام دیتی ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی نہیں بلکہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اس کو کم نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے۔ اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات موجود ہیں۔ لہٰذا اگر مصروفیات کے ہوتے ہوئے اعتکاف کرنا ممکن نہیں ہے تو آپ گھر کے کام اور ذمہ داریاں پوری کیجیے۔ اور اطمینان رکھیے کہ یہ بھی ایک عبادت ہی ہے۔

خواتین کے قضا روزے

سوال: کیا خواتین کے لیے کسی شرعی عذر کی بنا پر روزہ چھوٹ جائے تو فرض عبادت ہونے کی بنا پر اس کی قضا ادا کرنا لازم ہے؟

جواب: السلام علیکم۔ خواتین کے جو روزے چھوٹ جاتے ہیں یا اس کے علاوہ بھی کسی وجہ جیسے بیماری یا سفر کی وجہ سے کوئی شخص روزہ چھوڑتا ہے تو ان سب روزوں کی قضا عام دنوں میں اپنی سہولت سے پوری کر سکتے ہیں اور یہ قضا لازمی ادا کرنی چاہیے۔

خواتین کی تراویح

سوال: خواتین کے لیے باجماعت تراویح پڑھنے کا کیا طریقہ کار ہے؟ شاہدہ بانو

جواب: السلام علیکم۔ خواتین کے لیے تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ یہ

اصلاً تہجد کی نماز ہے جسے گھر میں پورے سکون واطمینان سے تنہائی میں ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر تراویح با جماعت پڑھنی ہے تو پھر عام نمازوں کی طرح تمام آداب کا خیال رکھتے ہوئے امام کی پیروی کرنی ہوگی۔ صفیں خالی نہیں چھوڑنی ہوں گی، ستر کو ڈھانپ کر پورے ادب آداب کے ساتھ نماز کی ساری حدود کی پابندی کرنی ہوگی۔

خواتین اگر اپنی جماعت خود کر رہی ہیں تو بعض فقہا اسے مکروہ اور بعض ممنوع قرار دیتے ہیں۔ کچھ دوسرے فقہا اسے بلا کراہت جائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی خواتین کی اپنی جماعت ہو سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ازواج مطہرات جماعت کی امامت کیا کرتی تھیں اور صف کے درمیان میں کھڑے ہو کر باقی خواتین کو نماز پڑھایا کرتی تھیں۔

نماز کی خرابی

سوال: خواتین کیلئے با جماعت نماز/تراویح پڑھنے کے دوران اگر کوئی اصول و آداب نہیں بجا لاتا تو کیا دوسرے کی نماز ہو جائے گی جو پورے التزام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نماز ادا کرے؟

جواب: السلام علیکم۔ جماعت ہوتی ہی اس وقت ہے جب آپ امام کے پیچھے اس کی پیروی کر رہے ہوں۔ اگر امام کچھ اور کر رہا ہے آپ کچھ اور کر رہے ہیں تو پھر نماز کیسے ہو سکتی ہے؟ با جماعت نماز میں امام کی اقتدا یا پیروی شرط ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ تاہم اگر کوئی اور اس حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہو اور آپ ٹھیک طریقے سے نماز ادا کر رہی ہیں تو آپ کی نماز ادا ہو جائے گی۔ دوسروں کی نماز کی خرابی سے آپ کی نماز خراب نہیں ہوگی۔

روزے میں کان میں پانی جانا

سوال: کیا کان میں پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: السلام علیکم۔ کھانا کھانے اور پینے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ نہاتے ہوئے کان میں غلطی

سے پانی چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ باقی اگر بھولے سے آپ نے کچھ لے لیا ہے تو وہ چاہے روزہ رکھنے کے دو منٹ بعد لیا ہو یا عین دن کے وقت آپ بھولے سے کچھ کھا پی لیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ روزہ جان بوجھ کر کھانے پینے سے ٹوٹتا ہے۔

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

سوال: روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا مسواک کا استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ شفق ناز

جواب: السلام علیکم۔ جی ہاں، روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا مسواک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ صرف جان بوجھ کر کھانے پینے یا کوئی چیز حلق سے نیچے اتارنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ ویسے بہتر یہی ہے کہ روزہ سے پہلے ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کر لیا جائے لیکن اگر روزہ کے دوران بھی کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رمضان میں زکٰوۃ

سوال: سالانہ زکٰوۃ ماہِ رمضان میں ہی ادا کرنا کیوں ضروری ہے؟ ماہانہ زکٰوۃ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور سونا بطور تحفہ یا عیدی کی رقم پر زکٰوۃ کتنی لاگو ہوتی ہے؟

جواب: زکٰوۃ کی ایک قسم وہ ہے جو کہ آپ کی بچت پہ فرض ہوتی ہے۔ اس میں اصول یہ ہے کہ سال گزرنے کے بعد جو رقم آپ کے پاس بچے گی اس کا اڑھائی فی صد بطور زکٰوۃ ادا کرنا ہوگا۔ آپ چاہیں تو سال میں کوئی بھی دن مقرر کر سکتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ رمضان کا دن مقرر کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں کسی کی مدد کرنے پر زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے۔ فرض کر لیں رمضان کی اول تاریخ کو کسی نے منتخب کر لیا ہے تو اب وہ اس روز دیکھے گا کہ اس کے اکاؤنٹ میں کتنے پیسے ہیں؟ زیور کتنا ہے؟ کیش کی صورت میں کتنی رقم ہے؟ وغیرہ۔ اس پہ اڑھائی فیصد زکٰوۃ ادا کر دی جاتی ہے۔ بچت پہ لاگو ہونے والی اس زکٰوۃ کی رمضان میں ادائیگی کرنا کوئی دینی

مطالبہ نہیں ہے۔ یہ زکوٰۃ بعد میں بھی مستحقین کو دی جا سکتی ہے۔ البتہ حساب اسی تاریخ سے کر لینا چاہیے جو مقرر کی ہے۔

باقی زکوٰۃ کی جو دوسری قسم ہے وہ پیداوار پہ زکوٰۃ ہے۔ پیداوار جب بھی ہو گی چاہے چھ مہینے بعد کسی کی فصل کی پیداوار ہو، تین مہینے بعد کوئی انڈسٹریل پروڈکشن ہو، ہر روز یا ہر مہینے پیداوار حاصل ہو رہی ہو یا کسی کو تنخواہ مل رہی ہو، ان سب صورتوں میں جس وقت پیداوار حاصل ہو گی تو اس پر پانچ فیصد زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ محنت اور سرمایہ دونوں آپ کا ہو۔ اگر صرف محنت جیسے ملازمت کی صورت میں یا صرف سرمایہ ہے جیسے کہیں انویسٹمنٹ کی جائے تو پھر زکوٰۃ کی شرح دس فیصد ہو گی۔ سونا بطور گفٹ آئے یا عیدی جمع ہو تو سال کے آخر تک اگر یہ رقم باقی رہے تو اس پر اڑھائی فی صد زکوٰۃ ہو گی بشرطیکہ یہ رقم نصاب سے زیادہ ہو۔

مثلاً اگر اس سال نصاب کی رقم اڑتیس ہزار ہے اور آپ کے پاس اتنی یا اس سے زیادہ رقم موجود ہو تو آپ اس پر زکوٰۃ ادا کریں گی۔

روزے میں دن میں سونا

سوال: ماہِ رمضان میں رات بھر عبادت کر کے بعد فجر تا ظہر سونا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ عید کے دن نئے کپڑے پہننا لازم ہے یا نہیں؟ مہناز عابد

جواب: السلام وعلیکم۔ ماہِ رمضان میں رات بھر عبادت کر کے بعد فجر تا ظہر سونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ آپ کا اپنا انتخاب ہے۔ گرمیوں میں بہت سے لوگ یہ معمول اختیار کر لیتے ہیں تا کہ گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ اگر اللہ نے آپ کے لیے یہ آسانی دی ہے تو اللہ کا شکر کیجیے۔ یہ اس کی نعمت ہے کہ آپ اپنی سہولت کے حساب سے اپنے وقت کو تقسیم کر سکتے ہیں۔

دوسرے سوال کا پس منظر یہی ہے کہ ہم عید کے ملبوسات کی تیاری کے لیے مارکیٹ کے چکر

لگا کر اپنے رمضان کو خاص طور پر راتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ رمضان میں راتوں کو خصوصاً عید کے قریب آنے پر خواتین کا بازار آنا جانا لگا رہتا ہے نیز شب قدر پہ بھی خواتین بازاروں میں گھوم رہی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ مردوں کی ایک بڑی تعداد وہاں پہنچی ہوئی ہوتی ہے تو یہ صورتحال اکثر اوقات بے ہودگی کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا اس افسوسناک صورتحال سے محفوظ رہنے کے لیے عید کی تیاری رمضان سے پہلے کر لینی چاہیے۔ رمضان میں ان کاموں میں اپنا وقت ضائع بالکل نہیں کرنا چاہیے۔ عید کے دن نئے کپڑے پہننا البتہ کوئی دینی تقاضا نہیں۔ جو بہتر کپڑے میسر ہوں پہن لیں۔ یہ خوشی کا تہوار ہے۔ اس کا اظہار ہونا چاہیے۔

صدقہ فطر اور چاول

سوال: کیا صدقہ فطر کے طور پر چاول یا دیگر اناج دیا جا سکتا ہے؟

جواب: السلام علیکم۔ جی ہاں۔ صدقہ فطر کے طور پر آپ چاول دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب میں چونکہ چاول پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چاول کی پیداوار بہت زیادہ پانی کا تقاضا کرتی ہے یعنی چاول وہیں اگتا ہے جہاں پانی وافر ہو۔ اس لیے عرب کے ماحول کے پیش نظر چاول کی پیداوار کا کوئی سوال نہیں تھا۔ اس لیے صدقہ فطر کے سلسلے میں بطور خاص اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اصل چیز خوراک ہے یا اس کے برابر رقم تاکہ مستحق لوگ خوراک حاصل کر سکیں۔ تو جس شکل میں آپ چاہیں صدقہ فطر دے دیجیے۔ یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔

سوال: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ دار کی یہ فضیلت کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برابر اجر کا حقدار ہے، اس روایت کی مصدقہ حیثیت سے متعلق وضاحت بیان کیجیے؟

جواب: السلام علیکم۔ یاد رکھیے کہ جن روایات میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہو وہ عموماً صحیح نہیں ہوتیں۔ میری، آپ کی اور کسی روزے دار کی کیا حیثیت ہے کہ وہ سیدنا موسی علیہ السلام

کے برابر پہنچ جائے یا اللہ کا اتنا قرب اختیار کر لے ۔ یہ کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے۔ روزے کی مثال کو ہی لے لیجیے۔ ہمارا روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کا ہوتا ہے جبکہ یہودیوں کا روزہ رات سے ہی شروع ہوجاتا تھا۔ہم سے زیادہ بھوک پیاس یہودیوں کو برداشت کرنی پڑتی تھی ۔اس طرح روزہ اگر مشقت کا نام ہے تو یہودی زیادہ مشقت اٹھاتے تھے۔اس لیے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ اس طرح ہم روزہ رکھ کر حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے میں آ کر اللہ کا زیادہ قرب حاصل کر لیتے ہیں۔ہم گناہ گار،خطا کار ہیں۔ہماری کیا حیثیت کہ پیغمبروں کا مقابلہ کریں۔اس طرح کی روایات معتبر نہیں ہوتیں،انہیں پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے۔

ختم القرآن

سوال: تراویح میں یا ویسے ہی قرآن پاک مکمل پڑھنے پر ''ختم القرآن'' کا لفظ استعمال کرنے پر منع کرنے والوں کو کیا جواب دیا جائے؟ شاہدہ بانو

جواب: السلام علیکم۔ یہ ایک غیر متعلق بحث ہے جو صرف لفظی نزاع پہ مبنی ہے۔یعنی جس وقت لوگ کہتے ہیں کہ ختم القران کی آج محفل ہے یا ختم قرآن کے بعد دعا مانگ رہے ہیں تو ان کی یہ مراد نہیں ہوتی کہ قرآن مجید ان کی زندگیوں سے ختم ہوا ہے اور وہ دوبارہ اسے نہیں پڑھیں گے۔ ان کے الفاظ کا خاص مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور پڑھتے پڑھتے ہم اس مرحلہ پہ پہنچ گئے جہاں قرآن مجید ختم ہوتا ہے۔اب اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن مجید ایک جگہ پہ آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ہمیں علم ہے کہ بات ایک جگہ سے شروع ہوتی ہے دوسری جگہ پہ ختم ہوجاتی ہے۔اسی طرح ہر سورۃ ایک جگہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری جگہ پر ختم ہوتی ہے۔ دراصل بعض لوگ سادہ باتوں کو بھی نہیں سمجھ پاتے تو ایسے لوگوں سے الجھا مت کریں۔انہیں بتا دیا کریں جس طرح قرآن مجید کی کسی سورۃ کا

آغاز اور اختتام ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید الحمد سے شروع ہوکر الناس پہ جا کے ختم ہوتا ہے۔ لہٰذا ختم القرآن کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہوتا کہ اپنی زندگیوں سے اسے ہم ختم کر کے نکال رہے ہیں۔ یہ صرف دورہ قرآن مکمل ہونے پر اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے، اس سے دعا مانگنے، مدد مانگنے یا اس کے احسان مند ہونے کا موقع ہوتا ہے۔ اس میں کوئی حرج یا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے۔ ایسی غیر متعلق بحثوں سے بچنا چاہیے۔ جن لوگوں کی توجہ ایمان اور اخلاق کی دعوت پہ نہیں ہوتی وہ اسی طرح کے لفظی نزاع میں اپنی زندگی ضائع کر دیتے ہیں۔

تراویح کی نماز

سوال: اجتماعی تراویح / نوافل ادا کرنے سے عبادت کی یکسوئی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود کیا تراویح باجماعت ادا کرنی چاہیے؟

جواب: السلام علیکم۔ میں بالکل آپ کی بات سے متفق ہوں۔ یہ تنہائی کی عبادت ہے اور نفلی نماز بھی تنہا ہی ادا کرنی چاہیے۔ البتہ اسے جماعت سے پڑھنے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔ ایک موقع پر آپ نے اس کا اہتمام کیا تھا اور تین دن تک لوگ آپ کے پیچھے تہجد کی یہ نماز جماعت سے پڑھتے رہے۔ چوتھی رات لوگ انتظار کرتے رہے، مگر آپ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے۔ اور پھر وجہ بیان کی کہ یہ اس خیال سے کیا کہ یہ نماز فرض نہ کردی جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باجماعت تہجد جسے اب تراویح کہتے ہیں اس کی اجازت موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اسے باقاعدہ ایک امام کے تحت منظّم کر دیا تھا۔ لیکن حضرت عمر نے خود اس میں شرکت نہیں کی تھی بلکہ اگلے دن جب دیکھا کہ لوگ ایک امام کے ساتھ تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے خود اس میں شامل نہ ہونے کی وجہ

اس طرح بیان کی کہ جس نماز یعنی تنہائی میں پڑھی گئی نماز کو چھوڑ کر لوگ اجتماعی طور پر یہ نماز پڑھ رہے ہیں، وہ اس سے بہت بہتر ہے۔ آپ نے خود وہ نماز پڑھی، نہ پڑھائی۔ آپ نے خود گھر پہ تنہائی میں نماز ادا کی۔ اصل فضیلت بھی تنہائی میں یہ نماز ادا کرنے کی ہے۔ خاص کر معاشرے کے اہل علم کی ایک تعداد کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو معلوم رہے کہ اصل نماز تہجد کی وہ نماز ہے جس کو عام لوگ اپنی دنیوی مصروفیات اور مسائل کی بنا پر نہیں پڑھ پاتے، وہ لوگ اسے تراویح کی شکل میں ادا کر لیتے ہیں۔ انشاءاللہ ان کو اس کا اجر ملے گا۔

تراویح اور لیکچرز

سوال: مغربی ممالک کی مساجد میں مسلم خواتین کے لیے تراویح کا اہتمام (مختلف لیکچرز وذکر اذکار سیشنز سے پہلے یا بعد میں) اگر مرد حضرات سے علیحدہ طور پر کیا جائے تو کیا اس میں شریک ہونا مناسب ہے؟

جواب: السلام علیکم! تراویح تہجد کی نماز ہے۔ تہجد کی نماز انسان تنہائی میں پڑھے اور براہ راست دعا ومناجات سے تعلق پیدا کرے تو یہ بہت ہی بہترین بات ہے۔ اور ترجیح اسی کو دینی چاہیے کہ تنہائی میں خشوع وخضوع سے یہ نماز ادا کی جائے۔ البتہ اجتماعی طور پر تراویح کی رعایت سے اگر کچھ خواتین فائدہ اٹھانا چاہیں تو شریک ہوسکتی ہیں۔ تراویح کے درمیان میں اگر کوئی بیان وغیرہ دیا جا رہا ہے تو اس میں کوئی چیز ممنوع نہیں ہے اور نہ وہاں جانے میں کوئی حرج ہے۔

عیدی

سوال: ایک سفید پوش شخص اپنے محدود ذرائع سے عید کے موقع پر خاندان کے بچوں کو عیدی دیتا ہے۔ مہنگائی کے اس دور میں یہ رواج شدید مشکلات کا باعث ہے۔ کیا اسے ختم نہیں کیا جا سکتا؟ فرح رضوان

جواب: السلام علیکم۔ جی آپ نے بالکل درست فرمایا کہ بہت سی جگہوں پر عیدی دینا بہت تکلیف دہ مرحلہ بن جاتا ہے یعنی لوگ اسے afford نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی انہیں خاندان میں موجود بچوں کو عیدی دینی پڑتی ہے۔ میرا خیال ہے اب اس رواج کو ختم ہونا چاہیے۔ اب وہ زمانہ ہی نہیں رہا جس میں اس کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ اب لوگ عموماً اپنے بچوں کا بہت خیال کرتے ہیں۔ پرانے زمانے میں بچوں کو سارا سال کچھ نہیں ملتا تھا نہ موجودہ دور کے بچوں کی طرح والدین کی طرف سے ان کے لاڈ اٹھائے جاتے تھے۔ اس لیے بڑے افراد یا بوڑھے بزرگ عید کے موقع پر سال میں ایک دفعہ عید کے دن بچے کو خوش کرنے کے لیے اسے عیدی دے دیا کرتے تھے۔ اور اس کا بھی طریقہ یہ تھا جو سربراہ ہوتے تھے اور جو afford کر سکتے تھے وہ دے دیا کرتے تھے۔ یہ رواج اب میرے خیال میں غیر ضروری ہو چکا ہے اس لیے کہ اب والدین اپنے بچوں کے لیے سارا سال سب کچھ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ خاندان کے بزرگوں کو مداخلت کر کے یہ پابندی لگانی چاہیے کہ عیدی کو ختم کیا جائے کیوں کہ اس کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔

روزے میں خون دینا

سوال: کیا روزہ کی حالت میں خون دیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔ روزہ کی حالت میں (blood donate) یعنی خون دیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اپنی ہمت دیکھ لینی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری کی وجہ سے روزہ توڑنا پڑ جائے۔

تین دن تک عید منانا

سوال: تین دن تک عید منانے کی روایت کیا حضور کے دور سے ہی چلی آ رہی ہے؟

مسز طارق

جواب: السلام علیکم۔ جی نہیں۔ عید الفطر کو تین دن منانے کا رواج تو لوگوں نے بنایا ہے۔ اس کا پس منظر بظاہر یہی ہے کہ چونکہ عید الاضحیٰ کے تین دن ہوتے ہیں تو لوگوں نے اسی حساب سے عید الفطر کو بھی چھوٹی عید قرار دیتے ہوئے تین دن تک مخصوص کر لیا۔ محسوس یہی ہوتا ہے کہ عید الاضحیٰ تین دن منانے کا تصور عید الفطر تک آیا ہے اور ایک دن کے بجائے تین دن عید منائی جاتی ہے۔ اس کا کوئی مذہبی پہلو نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت بس پہلے ہی دن ہے۔ اس میں مذہبی پہلو صرف نمازِ عید الفطر کے حوالے سے ہے، باقی تو یہ سیلیبریشن ہے جو آپ چاہیں تو حدود میں رہتے ہوئے آزادی سے خوشی منا سکتے ہیں جیسے تفریح کرنا، ملنا جُلنا، کھانا پینا وغیرہ۔

دو عیدیں

سوال: ماہِ رمضان لاہور جبکہ عید الفطر نوشہرہ میں گزارنے پر اوقات کے فرق کی بناء پر اگر روزہ چھوٹ جائے تو کیا قضا روزہ رکھنا صحیح ہے؟

جواب: السلام علیکم۔ کسی شہر میں اپنی عید منانا ملکی نظم کی خلاف ورزی ہے۔ اگر آپ کو یہ صورتحال پیش آئے کہ لاہور سے وہاں جانا ہو تو آپ وہاں مسافر ہونے کی غرض سے روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔ لیکن اس بنا پہ روزہ نہ چھوڑیں کہ وہاں عید ہے۔ آپ کو حکومتی ادارے کے اعلان کردہ شیڈول کے مطابق وہاں روزہ ہی رکھنا چاہیے اور اگر آپ نے روزہ چھوڑنا ہے تو وجہ یہ ہو کہ آپ مسافر ہیں نہ کہ وہاں عید کی وجہ سے روزہ چھوڑا جائے۔ کیوں کہ وہاں منائی جانے والی عید کو جائز نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ وہاں کے لوگوں کو کوئی حق حاصل ہے کہ ملکی نظام کی خلاف ورزی کر کے اپنی الگ سے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لیں۔ یہ محض تفرقہ بازی ہے۔ باشعور لوگوں کو اس کا حصہ نہیں بننا چاہیے بلکہ اس کے خلاف کھڑے ہونا چاہیے۔

حمل کی وجہ سے روزے چھوڑنا

سوال: اگر کوئی خاتون دورانِ حمل ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھ پائے تو کیا اس کی پیدا ہونے والی اولاد کا بڑے ہو کر اس کے بدلے میں روزہ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: السلام علیکم۔ بہن! اصول یہ ہے کہ جس پہ جو ذمہ داری ہے وہ اسی کو ادا کرنی ہوگی۔ ایک عورت نے اگر حمل اٹھایا ہے، جو تکلیفیں سہیں تو اس کا بہت اجر ہے۔ لیکن اپنی ذمہ داری ان خاتون کو خود ہی ادا کرنی ہوگی۔ سہولت سے جب دل چاہے اپنی مرضی سے قضا روزے رکھ سکتی ہے۔ چاہے سردیوں کے ٹھنڈے دنوں میں ادا کرے یا جب دس گیارہ گھنٹوں کا روزہ ہوتا ہے تب ادا کرے۔ جتنی سہولت آپ لینا چاہیں لیں لیکن ادا آپ ہی کو کرنا ہے اولاد بہرحال اس کی ذمہ دار نہیں ہے۔

افطار میں خصوصی اہتمام کا مطالبہ

سوال: مرد حضرات افطاری پر خصوصی اہتمام کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے خاتون خانہ ماہ رمضان کی بابرکت ساعتوں سے مستفید ہونے کے بجائے اپنا زیادہ تر وقت کچن میں گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں خواتین کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: السلام علیکم۔ اگر مرد اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ افطار میں اہتمام کیا جائے تو ان کو سمجھانا چاہیے کہ افطار میں اتنا ہی اہتمام ہونا چاہیے جتنا ہم روٹین میں کرتے ہیں۔ روٹین میں ہم بس کھانا کھاتے ہیں۔ اصولاً تو یہی کافی ہے، لیکن افطار میں چاہیں تو کچھ تھوڑا بہت اضافی اہتمام کرلیں جیسے کچھ کھجور پھل وغیرہ۔ اس سے بڑھ کر رمضان میں بہت زیادہ اہتمام کرنا مناسب نہیں ہے، ورنہ سب لوگوں کی توجہ کھانے پینے پر ہی لگی رہتی ہے اور رمضان میں تقویٰ کے بجائے چٹورے پن کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

ماہ رمضان سے پہلے روزے رکھنا

سوال: ماہِ رمضان کے آغاز سے پہلے تین روزے لگاتار رکھنے کی حقیقت کیا ہے؟ رمضان کے عشرے اوران میں پڑھی جانے والی مخصوص دعاؤں کی اہمیت کے بارے میں بتادیجیے۔

جواب: السلام علیکم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے رمضان سے قبل روزے رکھنے سے منع کیا ہے اور خود بھی روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔ شعبان میں اگر روزے رکھنے ہیں تو نصف اول میں رکھنے چاہئیں۔ جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے تو وہ روایت ضعیف ہے جس میں تین عشروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں مخصوص دعاؤں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شب قدر کا الگ الگ ہونا

سوال: ماہ رمضان پوری دنیا کے مما لک میں ایک دن آگے یا پیچھے ہو جاتا ہے اسی طرح طاق راتیں اور لیلۃ القدر بھی مختلف دنوں میں ہوتی ہوں گی۔ ایسی صورت میں وقت کا فرق ہونے کی بناء پر لیلۃ القدر کا مختلف مما لک میں ایک ہی رات میں ہونا کیسے ممکن قرار دیا جاسکتا ہے؟ یعنی ہر جگہ لیلۃ القدر کے لیے ایک ہی رات کیسے مخصوص کی جاسکتی ہے؟ ندا بی بی

جواب: السلام علیکم۔ دن اور رات کا تعلق کرۂ ارض سے ہے۔ یعنی زمین کی گردش سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں۔ اللہ تعالی کی ہستی اس سے بہت بلند تر ہے کہ اس کے معاملات کو کرۂ ارض پر منحصر کر کے سمجھا جائے۔ وہ کائنات کے معاملات کس طرح چلا رہے ہیں ہم بالکل نہیں جانتے۔ قرآن مجید نے ہمارے حساب سے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ لیلۃ القدر بڑی خیر و برکت والی رات ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی بات خدائی سطح پہ واقع ہوتی ہو اور انسان جیسی ادنیٰ مخلوق کو سمجھائی جائے گی تو اسی کے پیمانے پر سمجھائی جائے گی۔ دن اور رات کی جو تعبیر ہم جانتے ہیں

ہمیں اسی کے حساب سے سمجھا دیا گیا ہے۔لیکن یہ لیلۃ القدر دراصل کس طرح واقع ہوتی ہے، اصل معاملہ کیا ہوتا ہے، ہم نہیں جانتے۔

اصول سمجھ لینا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ عبادت اور خدا کے قرب کو تلاش کرنے کا ہے۔ہمیں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اس ماہ مقدسہ کے آخری عشرے میں ایک رات میں خود اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اہل زمین پر ہوتی ہے۔بعض روایات میں آخری پانچ طاق راتوں میں اسے تلاش کرنے کا کہا گیا ہے۔ چنانچہ اپنے طور پر ان راتوں میں خصوصاً اور اس کے علاوہ آخری عشرے اور رمضان کی دیگر راتوں میں بھی عبادت کے ذریعے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب تلاش کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے اس رات کو پالیا تو یہ بہت اچھی بات ہے اور نہیں پایا تو تب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ایک مومن کے لیے اصل شب قدر وہ ہوتی ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رو رہا ہو، گڑگڑا رہا ہو، فریاد کر رہا ہو، ہر غیر اللہ سے دھیان ہٹ چکا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف آپ متوجہ ہوں، وہی لمحہ آپ کے لیے شبِ قدر کی حیثیت رکھتا ہے۔اور آپ کی زندگی کے سب فیصلے اسی لمحے میں ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اس لمحے کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خاص شب کو متعین نہیں کیا۔

روزہ جنت کا دروازہ ہے مگر یہ دروازہ صرف وہی شخص کھول سکتا ہے جو روزے کی مشقت کو تقویٰ کی کنجی میں بدل سکے (ابویحییٰ)

جاوید چوہدری

بارہ منٹ

ماحول گرم ہو گیا ہم سب کے چہروں پر تناؤ تھا پورے کمرے میں سراسیمگی پھیل رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ سامنے بیٹھا شخص ابھی اٹھے گا اور چیخنے والے بدتمیز شخص کے منہ پر تھپڑ مار دے گا۔ ہمارے سامنے وہ شخص اٹھا لیکن تھپڑ مارنے کے بجائے باتھ روم میں گیا، وضو کیا، جائے نماز اٹھائی اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

ہم اسے شیشے کی دوسری طرف نماز پڑھتے دیکھ سکتے تھے، غصے میں تلملاتے شخص نے پانی کے تین گلاس چڑھائے اور کسی سے ٹیلی فون پر بات کرنے لگا وہ جوں جوں بات کرتا جا رہا تھا اس کا ٹمپریچر نیچے آتا جا رہا تھا۔فون بند ہوا تو اس نے شرمندگی سے ہماری طرف دیکھا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولا: ''میں معافی چاہتا ہوں میرے ایجنٹ نے مجھے غلط بتایا تھا میری فائل واقعی یہاں سے پاس ہو گئی تھی میں نے نادانی میں بیگ صاحب سے زیادتی کر دی میں بہت شرمندہ ہوں۔''

ہم نے شیشے کی دوسری طرف دیکھا۔ بیگ صاحب نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم خاموشی سے کبھی تلملاتے شخص کو دیکھنے لگتے اور کبھی نماز پڑھتے بیگ صاحب کو۔ بیگ صاحب نے نماز ختم کی، جائے نماز لپیٹی اور درود شریف پڑھتے پڑھتے کمرے میں واپس آ گئے۔ جائے نماز رکھی اور تلملاتے شخص کی طرف دیکھ کر اطمینان سے بولے،''میرے بھائی آپ جا کر تحقیقات کر لیں۔ میں نے واقعی آپ کی فائل بھجوا دی تھی۔آپ کو اگر فائل نہ ملے تو آپ ایک دو دن میں واپس آ جائیں ہم دونوں مل کر تلاش کریں گے۔'' وہ شخص روہانسا ہو گیا اور سر جھکا کر بولا: ''بیگ صاحب! میں آپ سے معافی چاہتا ہوں آپ درست فرما رہے تھے۔ میرے

ایجنٹ نے میرے ساتھ جھوٹ بولا تھا۔'' بیگ صاحب اٹھے، تلملاتے شخص کو گلے لگایا اور تھپکی دے کر رخصت کر دیا۔ وہ شخص شکریہ ادا کرتا کرتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

میں اس تمام صورت حال کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے تلملاتے شخص کے جانے کے بعد بیگ صاحب سے پوچھا: ''سر آپ کو اس شخص کی گالیوں، بدکلامی اور بدتمیزی پر غصہ کیوں نہیں آیا؟'' وہ مسکرا کر بولے: ''آپ کو کس نے بتایا مجھے غصہ نہیں آیا۔ میں غصے سے کھول رہا تھا۔'' میں نے عرض کیا، لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں کیا جب کہ آپ سچے اور وہ شخص جھوٹا تھا۔ وہ مسکرا کر بولے، کیونکہ میں غصے کی کیمسٹری کو سمجھتا ہوں اور جو شخص اس کیمسٹری کو سمجھتا ہو وہ بڑی آسانی سے غصہ کنٹرول کر سکتا ہے۔

میں نے پوچھا، سر! غصے کی کیمسٹری کیا ہے؟ وہ مسکرا کر بولے: ہمارے اندر سولہ کیمیکلز ہیں۔ یہ کیمیکلز ہمارے جذبات ہمارے ایموشن بناتے ہیں۔ ہمارے ایموشن ہمارے موڈز طے کرتے ہیں اور یہ موڈز ہماری پرسنیلٹی بنتے ہیں۔ میں خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا وہ بولے، ہمارے ہر ایموشن کا دورانیہ 12 منٹ ہوتا ہے میں نے پوچھا مثلاً؟ تو وہ بولے: مثلاً غصہ ایک جذبہ ہے۔ یہ جذبہ کیمیکل ری ایکشن سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے جسم نے انسولین نہیں بنائی یا یہ ضرورت سے کم تھی۔ ہم نے ضرورت سے زیادہ نمک کھالیا۔ ہماری نیند پوری نہیں ہوئی یا پھر ہم خالی پیٹ گھر سے باہر آ گئے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ہمارے اندر کیمیکل ری ایکشن ہوگا یہ ری ایکشن ہمارا بلڈ پریشر بڑھا دے گا اور یہ بلڈ پریشر ہمارے اندر غصے کا جذبہ پیدا کر دے گا، ہم بھڑک اٹھیں گے لیکن ہماری یہ بھڑکن صرف 12 منٹ طویل ہوگی۔

ہمارا جسم 12 منٹ بعد غصے کو بجھانے والے کیمیکل پیدا کرے گا اور یوں ہم اگلے 15 منٹوں میں کول ڈاؤن ہو جائیں گے۔ چنانچہ ہم اگر غصے کے بارہ منٹوں کو مینج کرنا سیکھ لیں تو پھر ہم غصے

کی تباہ کاریوں سے بچ جائیں گے۔ میں نے عرض کیا، کیا یہ نسخہ صرف غصے تک محدود ہے؟ وہ مسکرا کر بولے، جی نہیں ہمارے چھ بیسک ایموشنز ہیں، غصہ، خوف، نفرت، حیرت، لطف (انجوائے) اور اداسی۔ ان تمام ایموشنز کی عمر صرف بارہ منٹ ہوتی ہے۔

ہمیں صرف بارہ منٹ کے لیے خوف آتا ہے، ہم صرف 12 منٹ قہقہے لگاتے ہیں۔ ہم صرف بارہ منٹ اداس ہوتے ہیں، ہمیں نفرت بھی صرف بارہ منٹ کے لیے ہوتی ہے، ہمیں بارہ منٹ غصہ آتا ہے اور ہم پر حیرت کا غلبہ بھی صرف 12 منٹ رہتا ہے۔ ہمارا جسم بارہ منٹ بعد ہمارے ہر جذبے کو نارمل کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا لیکن میں اکثر لوگوں کو سارا سارا دن غصے، اداسی، نفرت اور خوف کے عالم میں دیکھتا ہوں یہ سارا دن نارمل نہیں ہوتے۔ وہ مسکرا کر بولے: آپ ان جذبوں کو آگ کی طرح دیکھیں۔ آپ کے سامنے آگ پڑی ہے۔ آپ اگر اس آگ پر تھوڑا تھوڑا تیل ڈالتے رہیں گے، آپ اگر اس پر خشک لکڑیاں رکھتے رہیں گے تو کیا ہوگا؟ یہ آگ پھیلتی چلی جائے گی یہ بھڑکتی رہے گی۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ اپنے جذبات کو بجھانے کے بجائے ان پر تیل اور لکڑیاں ڈالنے لگتے ہیں۔ چنانچہ وہ جذبہ جس نے 12 منٹ میں نارمل ہو جانا تھا۔ وہ دو دو، تین تین دن تک وسیع ہو جاتا ہے۔ ہم اگر دو تین دن میں بھی نہ سنبھلیں تو وہ جذبہ ہمارا طویل موڈ بن جاتا ہے اور یہ موڈ ہماری شخصیت، ہماری پرسنیلٹی بن جاتا ہے۔ یوں لوگ ہمیں غصیل خان اللہ دتہ، اداس ملک خوفزدہ، نفرت شاہ، میاں قہقہہ صاحب اور حیرت شاہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ رکے اور پھر بولے، آپ نے کبھی غور کیا؟ ہم میں سے بے شمار لوگوں کے چہروں پر ہر وقت حیرت، ہنسی، نفرت، خوف، اداسی یا پھر غصہ کیوں نظر آتا ہے؟

وجہ صاف ظاہر ہے، جذبے نے بارہ منٹ کے لیے ان کے چہرے پر دستک دی لیکن انھوں

نے اسے واپس نہیں جانے دیا اور یوں وہ جذبہ حیرت ہو، قہقہہ ہو، نفرت ہو، خوف ہو، اداسی ہو یا پھر غصہ ہو، وہ ان کی شخصیت بن گیا وہ ان کے چہرے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درج ہو گیا۔ یہ لوگ اگر وہ بارہ منٹ مینج کر لیتے تو یہ عمر بھر کی خرابی سے بچ جاتے۔ یہ کسی ایک جذبے کے غلام نہ بنتے یہ اس کے ہاتھوں بلیک میل نہ ہوتے۔

میں نے عرض کیا اور کیا محبت جذبہ نہیں ہوتا؟ انہوں نے فوراً جواب دیا محبت اور شہوت دراصل لطف کے والدین ہیں یہ جذبہ بھی صرف بارہ منٹ کا ہوتا ہے۔ آپ اگر اس کی بھٹی میں نئی لکڑیاں نہ ڈالیں تو یہ بھی بارہ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم بے وقوف لوگ اسے زلف یار میں باندھ کر گلے میں لٹکا لیتے ہیں اور یوں مجنوں بن کر ذلیل ہوتے ہیں۔

ہم انسان اگر اسی طرح شہوت کے بارہ منٹ بھی گزار لیں تو ہم گناہ جرم اور ذلت سے بچ جائیں لیکن ہم یہ نہیں کر پاتے اور یوں ہم سنگسار ہوتے ہیں، قتل ہوتے ہیں، جیلیں بھگتتے ہیں اور ذلیل ہوتے ہیں۔ ہم سب بارہ منٹ کے قیدی ہیں۔ ہم اگر کسی نہ کسی طرح یہ قید گزار لیں تو ہم لمبی قید سے بچ جاتے ہیں ورنہ یہ 12 منٹ ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑتے۔

میں نے ان سے عرض کیا آپ یہ بارہ منٹ کیسے مینج کرتے ہیں۔ وہ مسکرا کر بولے، میں نے ابھی آپ کے سامنے اس کا مظاہرہ کیا۔ وہ صاحب غصے میں اندر داخل ہوئے۔ مجھ سے اپنی فائل مانگی، میں نے انھیں بتایا کہ میں آپ کی فائل پر دستخط کر کے واپس بھجوا چکا ہوں لیکن یہ نہیں مانے۔ انھوں نے مجھ پر جھوٹ اور غلط بیانی کا الزام بھی لگایا اور مجھے ماں بہن کی گالیاں بھی دیں۔ میرے تن من میں آگ لگ گئی لیکن میں کیونکہ جانتا تھا کہ میری یہ صورتحال صرف 12 منٹ رہے گی۔ چنانچہ میں چپ چاپ اٹھا، وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ میرے اس عمل پر 20 منٹ خرچ ہوئے۔ ان 20 منٹوں میں میرا غصہ بھی ختم ہو گیا اور وہ صاحب بھی حقیقت پر

پہنچ گئے ۔ میں اگر نماز نہ پڑھتا تو میں انھیں جواب دیتا، ہمارے درمیان تلخ کلامی ہوتی، لوگ کام چھوڑ کر اکٹھے ہو جاتے، ہمارے درمیان ہاتھا پائی ہو جاتی، میں اس کا سر پھاڑ دیتا یا یہ مجھے نقصان پہنچا دیتا لیکن اس سارے فساد کا آخر میں کیا نتیجہ نکلتا؟

پتہ چلتا ہم دونوں بے وقوف تھے۔ ہم سارا دن اپنا کان چیک کیے بغیر کتے کے پیچھے بھاگتے رہے۔ چنانچہ میں نے جائے نماز پر بیٹھ کر وہ بارہ منٹ گزار لیے اور یوں میں وہ اور یہ سارا دفتر ڈیزاسٹر سے بچ گیا۔ ہم سب کا دن اور عزت محفوظ ہوگئی۔ میں نے پوچھا، کیا آپ غصے میں ہر بار نماز پڑھتے ہیں؟ وہ بولے، ہرگز نہیں، میں جب بھی کسی جذبے کے غلبے میں آتا ہوں تو میں سب سے پہلے اپنا منہ بند کر لیتا ہوں۔ میں زبان سے ایک لفظ نہیں بولتا۔ میں قہقہہ لگاتے ہوئے بھی بات نہیں کرتا۔ میں صرف ہنستا ہوں اور ہنستے ہنستے کوئی دوسرا کام شروع کر دیتا ہوں میں خوف، غصے، اداسی اور لطف کے حملے میں واک کے لیے چلا جاتا ہوں، غسل کر لیتا ہوں، وضو کرتا ہوں، 20 منٹ کے لیے چپ کا روزہ رکھ لیتا ہوں، استغفار کی تسبیح کرتا ہوں، اپنی والدہ یا اپنے بچوں کو فون کرتا ہوں، اپنے کمرے، اپنی میز کی صفائی شروع کر دیتا ہوں، اپنا بیگ کھول کر بیٹھ جاتا ہوں، اپنے کان اور آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتا ہوں یا پھر اٹھ کر نماز پڑھ لیتا ہوں۔ یوں بارہ منٹ گزر جاتے ہیں طوفان ٹل جاتا ہے۔ میری عقل ٹھکانے پر آ جاتی ہے اور میں فیصلے کے قابل ہو جاتا ہوں۔ وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے عرض کیا، اور اگر آپ کو یہ تمام سہولتیں حاصل نہ ہوں تو آپ کیا کرتے ہیں؟ وہ رکے، چند لمحے سوچا اور بولے، آسمان گر جائے یا پھر زمین پھٹ جائے میں منہ نہیں کھولتا، میں خاموش رہتا ہوں اور آپ یقین کیجیے سونامی خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ میری خاموشی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ بہرحال پسپا ہو جاتا ہے۔ آپ بھی خاموش رہ کر زندگی کے تمام طوفانوں کو شکست دے سکتے ہیں۔

محمد تہامی بشر علوی

مزاجی ڈائٹنگ

آپ یوٹیوب کھولتے ہیں، سامنے دو ویڈیوز نظر آتی ہیں۔ایک پر لکھا ہے ''مریم کے بارے میں انکشافات'' جبکہ دوسری پر لکھا ہے'' عمران خان کے 11 نکات''۔آپ کی طبیعت یہی چاہے گی کہ پہلے مریم نواز کے بارے انکشافات سن لیے جائیں۔نون لیگ والے وہ انکشافات اس ذہن سے سنیں گے کہ جوابی حملے کی تیاری کی جا سکے جبکہ پی ٹی آئی کے دوست یہ معلومات حاصل کر کے مخالفین سے جنگ میں استعمال کر سکیں گے۔یہی معاملہ تب ہو گا جب ہم ''عمران خان کا سکنڈل'' اور ''میاں صاحب کا وژن'' کے عنوانات کی ویڈیوز میں سے پہلے سکنڈل کی ویڈیو کو کلک لگانا پسند کریں گے۔

آپ سیاسی شخصیات کو ایک طرف کر کے مذہبی لوگوں کی دلچسپیوں پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ یوٹیوب پر دو عنوانات سے ویڈیوز ڈالیے، ایک کا عنوان یہ ہو'' فکر امام احمد رضا، مقرر مفتی منیب الرحمان صاحب'' اور دوسری کا عنوان یہ رکھ لیجیے'' وہابیوں کا آپریشن، مقرر مفتی حنیف قریشی''۔ ایک مہینے بعد دونوں ویڈیوز کے ویورز کی تعداد ملاحظہ فرمایئے آپ کو حنیف قریشی صاحب کی آپریشن والی ویڈیو پر زیادہ ویورز نظر آئیں گے۔آپ انفرادی سطح پر بھی یہ تجربہ دہرا سکتے ہیں۔آپ رات گئے کسی دوست سے کہیے دل کرتا ہے کہ آج ہم اقبال کے تصور خودی پر ڈسکس کر لیں، دوست کا غالبًا جواب یہی ہو گا کہ ابھی نیند کا غلبہ ہے تھکاوٹ ہے، چلیے پھر کسی وقت جمع ہو کر ہم ڈسکس کر لیں گے۔آپ شدید تھکاوٹ میں کسی اگلی رات اسی دوست کے پاس آیئے اور کہیے کہ آج مجھے محلے کی فلاں لڑکی کا قصہ معلوم ہوا ہے مگر وہ قصہ ذرا طویل ہے، آپ تھکے ہوئے ہیں، رات بھی کافی بیت چکی، آپ ابھی سو جائیں ہم صبح ڈسکس کر لیں گے۔ایسے موقع

پر دوست کے لہجے کی بشاشت دیکھنے کی ہوگی، اس کا تقاضہ ہوگا کہ ''نہیں بھئی ابھی مجھے ویسے بھی نیند نہیں آرہی، قصہ سنا لیں رات اپنی ہے سو لیں گے۔ آپ نے غور کیا، انفرادی سطح سے لے کر سیاسی و مذہبی سطح پر ہم میں کس قسم کا ذوق پروان چڑھ چکا ہے؟ ہمارے ساتھ انجانے میں یہی حادثہ ہو چکا ہے کہ ہمارے دل پستیوں سے لگ چکے ہیں، ہم کسی بھی مثبت چیز سے اکتا چکے ہیں، ہمیں اپنے سیاسی و مذہبی راہنماؤں میں وہ زیادہ پسند ہے جو مخالفین کو کڑوی کڑوی سنا ڈالے۔ بگاڑ کی وہ قسم جو ہمارے مزاج کو لاحق ہو چکی ہے اس کی فکر بھی ضروری ہے۔ بگڑے مزاج کی قوم کسی اچھے ملک میں بھی چین کا سانس زیادہ دیر نہیں لے سکتی۔ بریلوی نوجوانوں کے جذبات کی جو ترجمانی مولانا خادم حسین رضوی نے کی ہے وہ مفتی منیب الرحمان کے ہاں نہیں ہو پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی جوان اپنے اندر پیدا شدہ جذبات کی تسکین کے لیے مولانا خادم رضوی کی تقاریر سننے کو ترجیح دے گا۔ مجھے یاد ہے جب میں نے مولانا حسین احمد مدنی کی ایک کیسٹ خریدی تھی، تب ایک دوست نے کہا تھا کہ حضرت بہت آہستہ آہستہ بیان کرتے ہیں ایسی تقریریں میں نہیں سن سکتا۔ اس نوجوان کی دلچسپی مولانا حق نواز جیسے پرجوش خطبا کو سننے میں تھی، ایسی صورت حال میں ہمیں اپنے مزاج کو معیاری بنانے کے لیے مفید علمی چیزیں سننے کی طرف موڑنا ہوگا۔ اس مقصد کے لیے ہمیں اپنے مزاج پر جبر کرنا ہوگا۔ ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی مثبت باتیں سننی ہوں گی۔ ہمیں اپنے ذوق کو مثلاً ''فلاں کا سکنڈل''، ''فلاں کی ویڈیو وائرل'' اور ''فلاں کا آپریشن'' وغیرہ سے مثلاً ''اسلام کا تصور صبر''، ''جمہوریت کی تاریخ''، ''کارل مارکس کا تصور معیشت'' اور ''اقبال کا تصور خودی'' وغیرہ جیسے موضوعات کی طرف پھیرنا ہوگا۔ اپنے ذوق کو منفی ذائقوں کے نشے سے نکال کر مثبت ذائقوں کے نشے میں ڈالنے کے لیے ہمیں خود پر جبر کرنا ہوگا۔ ہمارے خود پر اس جبر کے نتیجے میں مزاجوں میں بلندی پیدا ہوگی۔ اسی بلند مزاجی پر

بلند اخلاقی اقدار قائم ہوسکیں گی۔ ہمیں یاد رہنا چاہیے کہ معاشرے انسانوں سے بنتے ہیں۔ ہم ترقیاتی پہلو سے اچھا ملک بنا بھی لیں مگر وہاں بسنے کو اچھے انسان نہ ہوئے تو ہم میں سے کوئی بھی انسانی زندگی نہ جی سکے گا۔ ہمیں اپنی نسلوں کو جینے کے لیے انسانی معاشرہ فراہم کرنا ہوگا۔ اگر ہمارے مزاج کی پستیاں اگلی نسل کو ورثے میں ملتی رہیں تو ہم اپنے ساتھ اگلی نسل کے بھی مجرم ہوں گے۔

آیئے عزم کرتے ہیں کہ اپنے پست مزاج کو پست باتوں کی غذا دینا اگر بالکل ختم نہیں تو کم کر لیتے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نا کچھ مثبت اور اعلی باتوں کے عادی بنیں گے۔ اس کے لیے ہمیں خود پر جبر کرنا ہوگا۔ ایک قسم کی ''مزاجی ڈائٹنگ'' کے مرحلے سے گزرنا ہوگا۔ ہمارا پست مزاج جتنا توانا ہوا پڑا ہے اسی حساب سے اس کی ڈائٹنگ ضروری ہو چکی ہے۔ ہمارا پست مزاج، پست چیزیں چاہے بھی تو ہمیں اسے بھوکا رکھنا ہوگا۔ پست ذوقی سے اعلیٰ ذوقی کا یہ سفر خود پر جبر کے سوا نہیں کٹ سکتا۔ ہمارے سامنے اب دو ہی راستے ہیں:

اسی پست ذوقی پر قناعت کر کے نسلوں کو انسانی شرف سے محروم کر دیں یا اعلیٰ ذوق کے لیے خود پر جبر کر کے اس ''مزاجی ڈائٹنگ'' کے مجاہدے سے گزریں۔

میں جانتا ہوں کہ پستی کا نشہ اتارنا اتنا آسان نہیں۔ مگر دیکھیے کہ مسئلہ صرف ہمارا ہی نہیں ہماری نسلوں کا بھی ہے۔ ہم خود پست ذوق معاشرے میں آ گرے ہیں تو کیوں اگلی نسل کو بھی ایسا معاشرہ تحفے میں دے مریں؟ اگر ہم پست ذوق معاشرے میں پلی اولا دیں ہیں تو لازم نہیں کہ اپنی اولادوں کو بھی پست ذوق معاشرہ بخش دیں۔ آیئے اعلیٰ ذوق کی طرف اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اس عزم کے ساتھ کہ کسی پست چیز کا شوق نہیں رکھیں گے۔

ابو یحییٰ

مضامین قرآن (50)

حقوق باری تعالیٰ: نماز

اللہ تعالیٰ کی عبادت یا بندگی دین کا مرکزی مطالبہ ہے۔ یہ مطالبہ عملی شکل میں تین سطحوں پر اپنا ظہور چاہتا ہے۔ایک احساس و جذبات کی سطح پر۔ دوسرے عبادات کے اس نظام کے تحت جس میں انسان اپنی بندگی کے جذبات کا عملی اظہار کرتا ہے۔اور تیسرے انسانوں کی عملی زندگی میں خدا کی حدوداور قوانین کی اطاعت کر کے۔ان تینوں سطحوں میں عبادات کا نظام وہ بنیاد ہے جو سب سے زیادہ جامع اور موثر انداز میں انسانوں کو خدا سے جوڑتا اور بندے اور رب کا زندہ تعلق قائم کرتا ہے۔عبادات کے اس نظام میں نماز کی حیثیت بنیادی ہے۔قرآن مجید نماز کے اس حکم کا اصل ماخذ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔نماز کی شریعت اور قانون وہیں سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر اہمیت اور تاکید کے پہلو سے آیا ہے۔ہم مضامین قرآن کے اس سلسلے میں نماز کے انھی پہلوؤں کی تفصیل کریں گے۔

قرآن مجید اور نماز

قرآن مجید گوناگوں پہلوؤں سے نماز کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ان مقامات کا احاطہ کیا جائے تو مجموعی طور پر یہ تین پہلو ہیں۔ایک نماز کی شریعت کے بعض مسائل جنھیں نزول قرآن کے وقت شرح و وضاحت کے پہلو سے بیان کر دیا گیا یا یاددہانی کے لیے انھیں دہرادیا گیا۔ دوسرے نماز کی حکمت اور حقیقت اور تیسرے نماز کی اہمیت اور اہتمام۔ان میں سے شریعت کا پہلو تو دین کے قانونی اور شرعی مطالبات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ باقی دو پہلوؤں کو اخلاقی

مطالبات کے ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

نماز کی اہمیت اور اہتمام

قرآن مجید میں نماز کو قائم کرنے کا حکم کسی بھی دوسرے دینی حکم کے مقابلے میں سب سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا ہے۔قرآن میں صرف نماز کا نام لے کر ہی نہیں بلکہ اس کے بعض ارکان اور اذکار جیسے قیام، رکوع، سجود اور تسبیح سے کنایہ کر کے بھی نماز کی اہمیت اور اہتمام کی تاکید کی گئی ہے۔خود نماز قائم کرنے کے اسلوب میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ نماز کسی خاص وقت یا موقع پر یا کبھی کبھار ادا کی جانے والی عبادت نہیں بلکہ زندگی کے ایک لازمی رکن کی حیثیت سے اختیار کی جانے والی چیز ہے۔نماز نہ صرف اہل ایمان کی صفات میں ایک مستقل صفت کے طور پر قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے نظم اجتماعی کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ اس کے حکمران نمازوں کا خود بھی اہتمام کریں اور دوسروں کے لیے بھی اس فریضے کی ادائیگی میں تمام آسانیاں اور سہولتیں فراہم کریں۔خاص کر نماز جمعہ کے حوالے سے تو یہ تاکید ہے کہ اس میں مسجد اور جماعت کی حاضری کو لازمی بنایا جائے جہاں حکمران یا ان کا نمائندہ خطبہ جمعہ دینے کے لیے موجود ہو۔سیاسی طور پر یہ طے کر دیا گیا ہے کہ نظم اجتماعی میں مسلمانوں کے حقوق اور ان کی شہریت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ فرد نماز ادا کرنے پر تیار ہے یا نہیں۔قرآن مجید کو نماز پر اتنا اصرار ہے کہ سفر وحضر سے آگے بڑھ کر وہ جنگ کے موقع پر بھی نماز کے اہتمام کا حکم دیتا ہے۔گرچہ حالات کے لحاظ سے اس میں کچھ رعایتیں دی گئی ہیں، مگر زندگی اور موت کی کشمکش میں نماز اور جماعت کا یہ اہتمام اس فریضے کی اہمیت اور تاکید کا واضح بیان ہے۔

قرآن مجید صرف نماز کے قیام ہی کی بات نہیں کرتا بلکہ اہل نجات کا یہ وصف بیان کرتا ہے کہ وہ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور مستقل مزاجی سے دائمی طور پر نماز باقاعدہ ادا کرتے

ہیں۔اسی طرح اہل جہنم کے جرائم میں سے اس بات کو ایک بہت بڑے جرم کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔گویا نجات موقوف ہی نماز کی ادائیگی پر ہے۔قرآن مجید اسے اہل ایمان کے ایک لازمی وصف کے طور پر ہی بیان نہیں کرتا بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ بے دلی سے نماز پڑھنا منافقین کا وصف ہے۔وہ صرف یہی نہیں بتاتا کہ نماز تمام سابقہ انبیا اور صالحین کی تعلیم کا حصہ رہی ہے، بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ زوال پذیر امتیں نمازوں کو ضائع کر دیتی ہیں۔

قرآنی بیانات

''۔۔۔اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔۔۔یہی لوگ ہیں جنھوں نے راست بازی دکھائی اور یہی لوگ ہیں جو سچے متقی ہیں۔''،(البقرہ 177:2)

''یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو سرزمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے،زکوٰۃ ادا کریں گے۔۔۔۔۔''،(الحج 41:22)

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔۔''،(الجمعہ 9:62)

''پس اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں۔''،(التوبہ 11:9)

''نمازوں کی نگہداشت رکھو، خاص طور پر بیچ کی نماز کی اور نمازوں میں خدا کے حضور فرماں بردارانہ کھڑے رہو۔اور اگر خطرے کی حالت میں ہو تو پیدل یا سوار جس صورت میں نماز ادا کر سکو، نماز ادا کرو''،(البقرۃ 238-239:2)

''اور جب تم سفر میں نکلو تو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔''،(النسا 101:4)

''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں''،(المعارج 34:70)

''اور جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں''،(المعارج 23:70)

''تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ جواب دیں گے، ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔''،(المدثر 42-43:74)

’’(منافقین) نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو بے دلی سے اٹھتے ہیں‘‘، (النساء 142:4)
’’اور ہم نے ان (نبیوں) کو پیشوا بنایا جو ہماری ہدایت کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے ان کو بھلائی کے کام، نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کی ہدایت کی۔ اور وہ ہماری ہی بندگی کرنے والے تھے۔‘‘، (الانبیا 73:21)
’’اور اللہ نے ان (بنی اسرائیل) سے وعدہ کیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز کا اہتمام رکھوگے، زکوٰۃ دیتے رہوگے‘‘، (المائدہ 12:5)
’’اے میرے بیٹے! نماز کا اہتمام رکھو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ باتیں عزیمت کے کاموں میں سے ہیں۔‘‘، (لقمان 17:31)
’’پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین اٹھے جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے تو یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔‘‘، (مریم 59:19)

نماز کی حکمت اور حقیقت

قرآن مجید میں نماز کی یہ اہمیت، اہتمام اور تاکید کا ذکر اگر ملتا ہے تو ساتھ میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ نماز کی اتنی اہمیت کیوں ہے۔ قرآن مجید کے مطابق نماز اللہ کی یاد کا ایک ذریعہ ہے، (طٰہٰ 16:20)۔ خدا کی یاد اپنی ذات میں خود ایک مستقل اخلاقی مطالبہ ہے۔ نماز خدا کی اسی یاد کی ایک رسمی شکل ہے جو شب و روز کے آٹھ پہروں میں سے ان پانچ پہروں میں فرض کی گئی ہے جن میں انسان جاگ رہا ہوتا ہے۔ یہ نماز اپنی حقیقت کے اعتبار سے انسان کے جذبہ پرستش کا سب سے بڑا اظہار ہے۔ اس عبادت کو ادا کر کے انسان باقی مخلوقات سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے جو اپنے اپنے طریقے سے اسی نماز کو ادا کرتی ہیں۔ چنانچہ یہی وہ پس منظر ہے جس میں اس عبادت کو ایک اجتماعی عبادت قرار دیا گیا اور مساجد میں اس کی ادائیگی اور اس موقع پر زینت اختیار کرنے حکم دیا گیا۔ یوں گویا یہ بندگی کے کائناتی حسن میں انسانیت کے دھارے کو

شامل کرنے کا عمل ہے۔

نماز کا اصل حسن یہ ہے کہ مشرکانہ عبادات کے برعکس جہاں معبود سامنے ہوتا ہے، نمازی غیب میں رہ کر خدا کی بندگی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ عملی طور پر یہ کسی بندہ مومن کے ایمان کا سب سے بڑا اظہار ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن مجید نے کئی مقامات پر ایمان لانے کے بعد اسے پہلا مطالبہ اور ایمانی زندگی کا عملی ظہور قرار دے کر مطالبات دین میں سب سے مقدم رکھا ہے۔ ساتھ میں قرآن مجید یہ بھی واضح کرتا ہے کہ ایمان کا یہ اظہار کوئی عادتاً سرانجام دیا جانے والا عمل نہیں ہونا چاہیے بلکہ بندہ مومن کی نماز کو اس کے ایمان کی طرح خشوع اور قنوت یعنی عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار ہونا چاہیے۔

یہی وہ نماز ہے جو انسان کو خدا کی نافرمانی کے ہر موقع پر متنبہ کرتی ہے کہ وہ بندہ خدا ہے اس لیے خدا کے حرام کردہ ہر فحش و منکر سے اسے رک جانا چاہیے۔ یہی نماز ہے جو اس کے گناہوں کو اس سے دور کرتی ہے۔ یہی نماز اسے بتاتی ہے کہ بندہ مومن زندگی کے سرد و گرم میں تنہا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مالک ہر مشکل میں اس کی مدد کے لیے موجود ہے۔ اسے چاہیے کہ آئے اور نماز میں کھڑے ہو کر اپنے آقا کو یہ بتائے کہ اسے کیا مسائل درپیش ہیں۔ وہ خدا جس کی حمد کے لیے بندہ حاضر ہوا ہے، اسے وہ اپنی درخواست کو سننے والا پائے گا۔ اور آخری بات یہ ہے کہ نماز وہ ذریعہ ہے جس میں بندہ مالک کے قدموں میں گر کر اسے سجدہ کرتا ہے اور عین اس لمحے وہ اس کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

قرآنی بیانات

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام رکھو''، (طٰہٰ 20:14)

''دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی پروں کو پھیلائے ہوئے۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ باخبر ہے اس چیز سے جو وہ کر رہے ہیں۔''،(النور 41:24)

''اے بنی آدم! ہر مسجد کے وقت اپنے لباس زینت پہنو۔''،(الاعراف 31:7)

''ان (مساجد) میں ایسے لوگ صبح و شام خدا کی تسبیح کرتے ہیں جن کو کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کی یاد، نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے۔''،(النور 37:24)

''(یہ کتاب ہدایت ہے ان کے لیے) جو غیب میں رہتے ہوئے ایمان لاتے ہیں اور جو نماز قائم کرتے ہیں''،(البقرہ 3:2)

''اور اپنے خداوند کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی''،(الاعلیٰ 87 :15)

''اسی کی طرف متوجہ ہو کر اور اسی سے ڈرو اور نماز کا اہتمام رکھو۔''،(روم 31:30)

''ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ وہ اللہ ہی کی بندگی کریں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، بالکل یکسو ہو کر اور نماز کا اہتمام رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔''،(البینہ 5:98)

اور نمازوں میں خدا کے حضور فرماں بردارانہ کھڑے رہو۔''،(البقرۃ 238:2)

''جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔''،(المومنون 2:23)

'' اور نماز کا اہتمام کرو۔ بے شک نماز بے حیائی اور منکر سے روکتی ہے۔''، (العنکبوت 45:29)

''اور نماز کا اہتمام کرو دن کے دونوں حصوں میں اور شب کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں بدیوں کو۔''، (ہود 11:114)

''اور مدد چاہو صبر اور نماز سے اور بے شک یہ بھاری چیز ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو ڈرنے والے ہیں۔''،(البقرہ 45:2)

''اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور۔۔۔اللہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز کا اہتمام رکھو گے۔''،(المائدہ 12:5)

''ہرگز نہیں، اس کی بات نہ مان اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔''(العلق 19:96)

مبشر نذیر

ترکی کا سفر نامہ (54)

دور جدید سے متعلق لکھتے ہیں:

ہمیں جلد از جلد (جدیدیت سے متعلق) فیصلہ کرنا ہوگا۔اس کے تین راستے ہیں: پہلا تو وہ طریقہ ہے جو کلیسا نے شروع میں اختیار کیا۔انہوں نے کھڑکیاں بند کر لیں اور یہ فرض کر لیا کہ جدیدیت نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں ہے۔وہ یہ سمجھے کہ اگر ہم جدیدیت کا اقرار نہیں کریں گے تو یہ ہم پر اثر انداز نہیں ہو سکے گی۔دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم وہی کچھ کریں جو مغرب میں آج کلیسا کر رہا ہے اور وہ یہ کہ جدیدیت کے سامنے مکمل طور پر ہتھیار ڈالتے ہوئے دور جدید کے تمام تقاضے پورے کر دیے جائیں۔تیسرا راستہ یہ ہے کہ ایک واضح روڈ میپ تیار کیا جائے جس کے ذریعے ہم جدید دور کے تقاضوں کا مستند مذہبی علم کی روشنی میں اس طریقے سے جائزہ لیں کہ اس کے نتیجے میں ہمارے مذہبی عقائد پر زد نہ پڑ سکے۔

جدت پسندی (Modernity) اس کا نام نہیں ہے کہ ہم دنیا پرست ہو جائیں۔دوسرے الفاظ میں جدیدیت کسی شخص کو مذہبی اقدار سے خالی کر دینے کا نام نہیں ہے۔۔۔۔

آج مسلمانوں کو دو بہت بھاری کام سر انجام دینا ہیں۔ایک تو انہیں اپنے اندر موجود انتہا پسندوں کا مقابلہ کرنا ہے۔دوسرے انہیں (باہر کی دنیا میں) اسلام کے منفی تاثر کو ختم کرنا ہے جو کہ بعض مخصوص حلقوں نے جان بوجھ کر غلط نیت سے قائم کیا ہے۔۔۔اسلام کے منفی امیج کو قائم کرنے میں ان الفاظ نے اہم کردار ادا کیا ہے جو کہ لفظ ''اسلام'' سے پہلے لگا دیے جاتے ہیں۔ان میں ماڈریٹ اسلام، ریڈیکل اسلام اور بنیاد پرستانہ اسلام شامل ہیں۔۔۔ایسا نہیں ہے۔تمام آسمانی مذاہب اعتدال پسندانہ ہیں اور یہ امن اور ہم آہنگی کے قیام کا ذریعہ ہیں۔۔۔۔

مذہب میں ریفارم کے بارے میں لکھتے ہیں:

(مذہب میں ریفارم کے بارے میں) لوگوں کی توقعات دوطرح کی ہوتی ہیں: بعض لوگ مذہب کی ایسی توجیہ چاہتے ہیں جوان کے طرز زندگی سے موافقت رکھتی ہو۔ وہ خودکو مذہب کے مطابق ڈھالنے کے بجائے مذہب میں اپنی خواہشات کے مطابق تراش خراش کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے خیال میں مذہب کی اصلاح ہونی چاہیےاوراس کی ایک نئ تعبیر کی جانی چاہیے جو ان کی خواہشات کے مطابق ہو۔مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ مذہب کی فطرت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

دوسری طرز کے وہ لوگ ہوتے ہیں جواپنے روایتی تصورات اورتشریحات کواصلی دین سمجھ بیٹھتے ہیں۔ان کے خیال میں ان تصورات میں تبدیلی، دراصل مذہب میں تبدیلی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہاں اصل دین زیر بحث نہیں ہوتا بلکہ مذہب کا تاریخی تجربہ زیر بحث ہوتا ہے۔دین اور مذہبی تجربہ دومختلف چیزیں ہیں۔دین اس پیغام کا نام ہے جو ہمیشہ کے لئے یکساں طور پرقابل عمل ہے جبکہ مذہبی تجربہ اس پیغام کو سمجھنے اوراس پرعمل کرنے کے مختلف طریق ہائے کار کا نام ہے۔ یہ مختلف معاشروں اورتاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف ہوسکتا ہے۔

اس وجہ سے دین کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا مگر مذہبی تجربہ تبدیل ہوسکتا ہے۔بعض اوقات کسی سنجیدہ معاملے میں مختلف آراء پیدا ہوجاتی ہیں۔وہ لوگ جواپنی روایتی سمجھ کودین قرار دے رہے ہوتے ہیں،اسے دین میں تحریف اور ماڈرنائزیشن قرار دے دیتے ہیں۔۔۔۔

(اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ) ہم دوسروں کی جوغلطیاں دیکھیں، ان کے خلاف مہم چلانے کی بجائے اچھی مثالیں قائم کرکےان کے سامنے رکھ دیں۔

میں احمد اوراردال کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہا تھا۔ احمد بنیادی طور پر دیانت

کے انٹرنیشنل ریلیشنز ڈیپارٹمنٹ کا حصہ تھے۔ان کی ذمہ داری تھی کہ دیگر ممالک کے مذہبی اداروں سے تعلق قائم کیا جائے۔ اس کے علاوہ وہ ترکی سے باہر کی مساجد کے ذمہ دار تھے۔ اردال کا تعلق ریسرچ پراجیکٹس کے انتظامی امور سے تھا۔

احمد بتانے لگے کہ ان کے پاس پاکستان کی ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا وفد بھی آیا تھا جس کی سربراہی ڈاکٹر خالد مسعود کر رہے تھے۔انہوں نے الماری سے کونسل کا بروشر بھی نکال کر دکھایا۔ احمد کہنے لگے: ''انہوں نے ہم سے بہت سے سوالات پوچھے۔ پھر ہم نے بھی ان سے کچھ سوالات پوچھے۔'' میں نے کہا: ''اسلامی نظریاتی کونسل آپ کی دیانت کی طرز کا ادارہ نہیں ہے بلکہ یہ پارلیمنٹ کی مشاورتی کونسل ہے۔'' وہ یہ بات پہلے سے جانتے تھے۔خالد مسعود صاحب نے اس ادارے کو بہت فعال بنا دیا ہے اور اس میں بہت سے تحقیقی پراجیکٹس پر کام ہو رہا ہے۔

دیانت اور اس کے کاموں کا امپریشن بہت ہی شاندار تھا۔کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری وزارت مذہبی امور بھی اس طرز کا ادارہ بن جائے۔سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک بھر کی مساجد اور دینی مدارس کو وزارت مذہبی امور سے متعلق کیا جائے تا کہ اللہ کے گھروں کا فرقہ وارانہ اور سیاسی مقاصد کے لئے استعمال بند ہو سکے۔

احمد اور اردال کی یہ خواہش تھی کہ میں کھانا ان کے ساتھ کھاؤں۔وہ بار بار اس بات پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ وہ میرا کام نہیں کر سکے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کر کے اجازت چاہی۔تھوڑی دیر میں ہم دوبارہ انقرہ کی سڑکوں پر اڑے جا رہے تھے۔انقرہ شہر کا انفرا اسٹرکچر اچھا تھا۔سگنل کافی کم تھے۔اکثر مقامات پر اوور ہیڈ برج بنا کر راستوں کو ہموار کیا گیا تھا۔اب ہماری منزل ''الوس'' کا علاقہ تھی جو کہ انقرہ کا قدیم تاریخی علاقہ تھا۔ یہ علاقہ ڈھونڈنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ ہر طرف اس کے بورڈ بھی موجود تھے اور ہر شخص اس سے واقف بھی

تھا۔

ایتھنوگرافیکل میوزیم

ڈاکٹر شعبان نے مجھے بتایا تھا کہ انقرہ میں دو بڑے عجائب گھر ہیں۔ ایک عجائب گھر آرٹس سے متعلق ہے جس میں قدیم دور سے لے کر جدید دور تک کے مصوری اور مجسمہ سازی کے نمونے موجود ہیں۔ دوسرے عجائب گھر کا تعلق ایتھنوگرافی سے ہے۔ میری دلچسپی ایتھنوگرافی سے تھی۔ اس وجہ سے ہم نے ایتھنوگرافیکل میوزیم دیکھنے کا ارادہ کیا۔

ایتھنوگرافی، علم بشریات (Anthropology) کی ایک شاخ ہے۔ اس میں کسی معاشرے کے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ قدیم معاشروں سے متعلق آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران وہاں سے جو اشیاء ملتی ہیں، اس کی روشنی میں اس تہذیب کے لوگوں کے رہن سہن کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

انقرہ کا ایتھنوگرافیکل میوزیم قدیم قلعے کے ساتھ ہی بنا ہوا تھا۔ ٹکٹ کافی مہنگا تھا۔ اندر داخل ہوئے تو ایک پرشکوہ عمارت ہمارے سامنے تھی۔ اس عمارت کی تعمیر سلطان محمد فاتح کے وزیر اعظم محمود پاشا نے 1455-1473ء کے زمانے میں کروائی تھی۔ یہ دراصل اس دور کی مین مارکیٹ تھی جس کے باہر کی جانب 102 دکانیں تعمیر کی گئی تھیں۔ 1881ء میں اس عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔ مصطفیٰ کمال کے زمانے میں اس عمارت کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔

[جاری ہے]

پروین سلطانہ حنا

رمضان شکریہ

ماہِ مبارکہ تیرے آنے کا شکریہ
امّید مغفرت کی دلانے کا شکریہ
آباد ہو گئیں تیرے آنے سے مسجدیں
غافل دلوں کو رب سے ملانے کا شکریہ
رحمت بھی، مغفرت بھی ہے، راہِ نجات بھی
تقویٰ کے راستے پہ چلانے کا شکریہ
ہر سمت ہیں فراخیٔ روزی کی برکتیں
اور نعمتوں کے خوان سجانے کا شکریہ
کرتے ہیں سب ہی سحری و افطار ایک ساتھ
یکتائے عصر قوم بنانے کا شکریہ
دیتا ہے جاتے جاتے ہمیں عید کی نوید
روٹھے ہوئے دلوں کو ملانے کا شکریہ

رمضان کا موسم

اتر آتا ہے میرے گھر میں جب رمضان کا موسم
مجھے خود سے بھی ملنے کی ذرا فرصت نہیں ملتی
یہ روز و شب گزرتے ہیں سپاروں کی تلاوت میں
کسی جانب نظر ڈالوں، مجھے مہلت نہیں ملتی

ابو یحییٰ کے ناول

جو آپ کی سوچ، زندگی اور عمل کا محور بدل دیں گے

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

قسم اس وقت کی

ایک منکرِ خدا لڑکی کی داستان سفر، جو سچ کی تلاش میں نکلی تھی

آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ

خدا بول رہا ہے

عظمتِ قرآن کا بیان ایک دلچسپ داستان کی شکل میں

پورا سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

گھر بیٹھے کتب حاصل کرنے کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

0332-3051201 , 0345-8206011

Please visit this link to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

To get Abu Yahya Quotes Join us on twitter:

Twitter ID: @AbuYahya_inzaar

To read Abu Yahya articles regularly Join us on Facebook

Abu Yahya Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Abu Yahya Account: www.facebook.com/abuyahya.jzsh

Join us on Youtube

Search inzaar on YouTube to see our audios and lectures

To get monthly books, CDs/USB and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Paksitan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit

www.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to globalinzaar1@gmail.com

Following material in audio form is available on USB/CD:

Quran Course by Abu Yahya

Quran Translation and Summary by Abu Yahya

Islahi Articles

Jab Zindagi Shuru Hogi (book)

Qasam Us Waqt Ki (book)

Aakhri Jang (book)

فون: 0332-3051201, 0345-8206011
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.org

ماہنامہ

اِنذار

ایک دعوتی واصلاحی رسالہ ہے۔اس کا مقصد لوگوں میں ایمان واخلاق کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ اس دعوت کو دوسروں تک پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔ یہ رسالہ خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھوایئے۔اپنے کسی عزیز، دوست، ساتھی یا رشتہ دار کے نام سال بھر رسالہ جاری کروانے کیلئے:

کراچی کے لیے 500، بیرون کراچی کے لیے 400 روپے کا منی آرڈر ہمارے پتے پر ارسال کیجیے...... یا
ایک پے آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام ''ماہنامہ انذار'' بینک الفلاح المحدود (صدر برانچ)
اکاؤنٹ نمبر 0171-1003-729378 کے نام بھجوایئے
رسالہ آپ کو گھر بیٹھے ملتا رہے گا

اگر آپ ہماری دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، اس طرح کہ آپ:

1) ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے
2) 'ماہنامہ انذار' کو پڑھیے اور دوسروں کو پڑھوایئے
3) تعمیرِ ملت کے اس کام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے رسالے کی ایجنسی لیجیے

ایجنسی لینے کا طریقہ کار:

ایجنسی کے لیے ہر ماہ کم از کم پانچ رسالے لینا ضروری ہے
ایجنسی کا ڈسکاؤنٹ 20 فیصد ہے
ایجنسی لینے کے لیے اوپر دیئے گئے پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے

Monthly
INZAAR

JUN 2018
Vol. 06, No. 06
Regd. No. MC-1380

Publisher: Rehan Ahmed Printers: The Sami Sons Printers,
25-Ibrahim Mansion, Mill Street, Pakistan Chowk, Karachi